ماہنامہ

قلندر شعور

مارچ ۲۰۲۳ء

سُکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور رُوح کے عرفان کے بغیر سُکون نہیں مِلتا

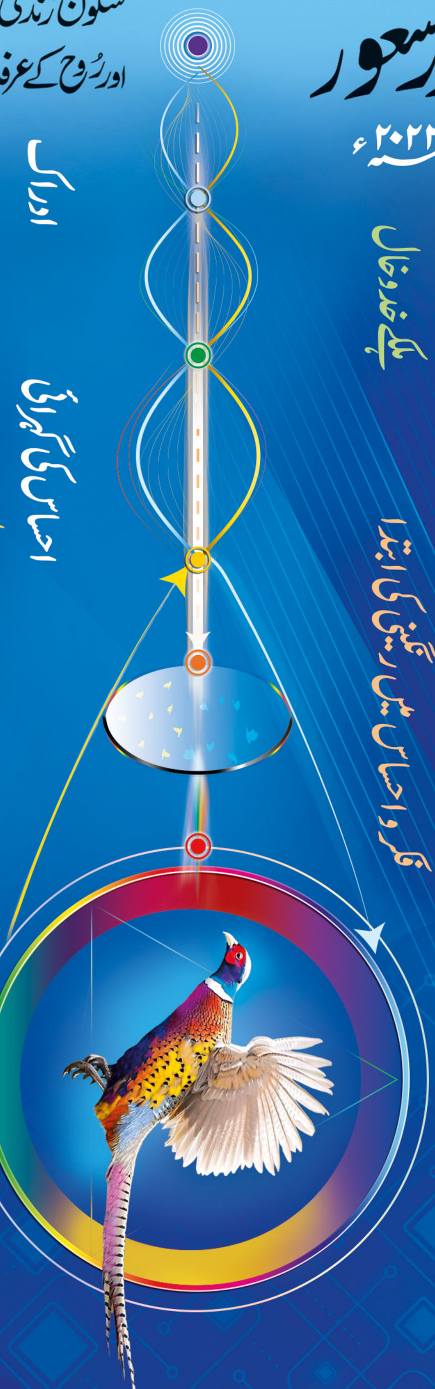

السلام علیکم
LDA Approved
LDA-DMP-423
گراؤنڈ فلور
+6 منزلہ عمارت
PARK TOWER
پارک
پارک ٹاور
PARK TOWER
FOOD COURT
RESTAURANT SHOPS
APARTMENTS
ICONIC PROJECT IN
NEW LAHORE CITY
SECTOR C PEARL ENCLAVE
نیو لاہور سٹی میں...
مین کمرشل سیکٹر C سے منسلک
بحریہ ٹاؤن اور رنگ روڈ سے چند منٹ
کی مسافت پر
PMS
PROPERTY MANAGEMENT SERVICES
FACING PEARL ENCLAVE PARK
فوڈ کورٹ، ریسٹورینٹ
دکانیں اور اپارٹمنٹس
4 سال کی
آسان اقساط
Plot no 191,192,193,194 Sector-C, Pearl Enclave, New Lahore City (Zaitoon) Canal road Lahore.
+92-333-4715823 +92-300-8711836 +92-300-2223712 +92-321-4070699
www.parktower.pk | info@parktower.pk
CCTV & Security
Smart Entry & Alarm
Parks & Play Areas
Public Transport
Wide Road Network
Hospital
School
Power Backup
1 & 2 Bed
Fitted Kitchen
Laundry Area
Bath

زیر سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

فری ممبرشِپ

عظیمیہ روحانی لائبریری

جنڈ، اٹک

روحانی علوم کے متلاشی خواتین وحضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

اوقات: عصر تا مغرب روزانہ

حاجی بازار، جنڈ، اٹک۔ موبائل نمبر: 03009145175

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال حیدر آباد

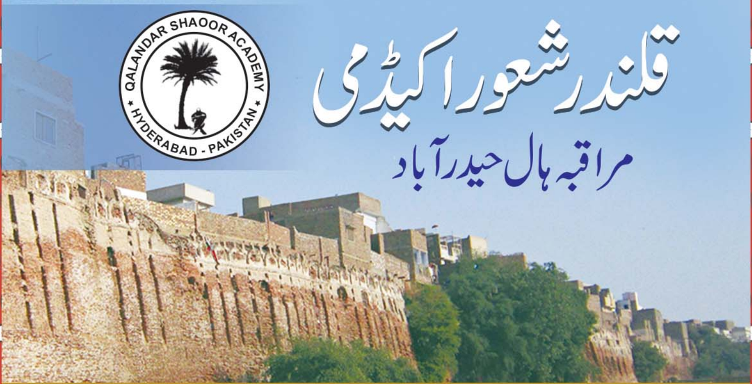

زیر سرپرستی خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

قلندر شعور ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر روحانی صلاحیتوں کو متحرک کر سکتے ہیں۔

روحانی علوم کے متلاشی، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے خواتین و حضرات کے لئے خوش خبری

گلشن شہباز، نزد ٹول پلازہ، جامشورو حیدر آباد، 71000 ، پاکستان

فون نمبر: 0333-2695331 ، 0331-3615533

DEFENCE
3D - OPG - CEPH

3 DIMENSIONAL DENTAL IMAGING CBCT SYSTEM

KARACHI

3D

Free software provide with implant library to all consultant for Nerve Tracing. Cephalomatric Tracing, Implant Planing.

Maxillofacial

Implant Planning

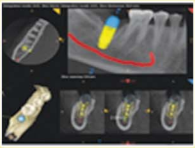

OPG

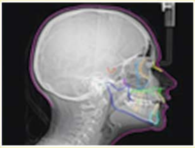

CEPH

Take Your Practice to the Next Level !

Defence branch:
0213-8941506 - 0343-7180348
Building # 7-C, Shop # 1, Street 10, Badar Commercial Area, Phase 5 Ext. DHA, Karachi.

Sharfabad branch:
0213-4920777 - 0320-4690899
Plot # 87, Shop # 2, Zulekha Tower, Block-3, BMCH Society, Main Jamal-ud-Din AfghaniRoad, Sharfabad, Karachi.

Email: info@3d-diagnostic.pk Web: www.3d-diagnostic.pk

عظیمی

روغن پرسیاؤشاں

REDISCOVER YOUR HAIR'S NATURAL BEAUTY

گھنے، لمبے اور چمکدار
بالوں کی نشوونما کے لئے
جڑی بوٹیوں سے تیار کیا ہوا تیل

- حافظہ روشن کرتا ہے
- دماغ کو تقویت دیتا ہے
- سر درد میں مفید ہے

چمک دار سیاہ بال

خشکی کا خاتمہ

نرم و ملائم بال

عظیمی میڈیکل اسٹور

ہولسیل میڈیسن مارکیٹ، ڈینسو ہال، کراچی۔
فون: 021-32439104 موبائل: 0321-2553906

جلد 11 شمارہ 2 | مارچ 2023ء | شعبان ـــ رمضان 1444ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

قلندر شعور

کراچی

Neutral Thinking

(اردو ـــ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـــ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 110 روپے ....سالانہ ہدیہ 1680 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرونِ پاکستان 70 امریکی ڈالر سالانہ

B-54، عظیمی محلّہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 213(0) 92+

۲۸ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ـــــــ حافظؔ لدھیانوی 10

نعت رسول مقبول ﷺ ـــــــ ضمیرؔ جعفری 11

رباعیات ـــــــ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ 12

آج کی بات ـــ اللہ کا رنگ ـــــــ مدیر مسئول 14

ذہن و خرد کی آگہی ـــــــ رپورٹ 22

فقیر کی ڈاک ـــــــ ادارہ 26

نامے میرے نام ـــــــ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 28

لو جی ـــ بن گئی ہے ! ـــــــ (M.A.Fine Arts) حامد ابراہیم 31

پانی کی موٹر ـــــــ طارق حمید 37

پیرا سائیکالوجی ـــــــ خواجہ شمس الدین عظیمی 41

چھتّیس سال پہلے کی تحریر ـــــــ امّاں راشدہ عفت عظیمیؒ 45

گلاب کا پھول + جامن ـــــــ گلِ نسرین 49

ٹین ہیا ـــــــ منیزہ اظہر 55

سنا کِس نے ____ عرفانہ شہزاد 61

تین بلبل ____ (متحدہ عرب امارات) بی بی انورادھا 67

ہر نقش ہوا میں ہے یہاں اے ساقی ____ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 75

ایک کروڑ سڑسٹھ لاکھ رنگ ____ وجاہت علی 79

موکھی اور متارے ____ (Ph.D.) ڈاکٹر سعیدہ شفیق میمن 85

جنوری 2023ء کے سرورق کی تشریح ____ قارئین 89

تیسرا رخ ــــ؟ ____ اظہر حسین 93

اقتباسات ____ خواتین و حضرات 99

پورب کے ہم زاد ____ (M.Sc. Applied Physics) محمد عدنان خان 101

تخمِ مرغ ____ محمد اسد اللہ 109

جل پری ____ عابد محمود 113

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر ____ عظیمی خواجہ شمس الدین 119

126 Faizan Mubeen ____ Robotics

132 Gul-e-Nasreen ____ Ammi Huzoor (RA)

138 K. S. Azeemi ____ Message of the Day

حمد باری تعالیٰ

حافظؔ لدھیانوی

زبانِ خلق پر ہر آن رہتی ہے ثنا تیری
ہر اک ذرّے کے لب پہ حمد ہے صبح و مسا* تیری
زمینوں آسمانوں پر ہے تیرے نام کا چرچا
ہر اِک موجود شے تسبیح کرتی ہے خدا تیری
تو قادر ہے ہر اک شے پر، تو مالک ہے ہر اک شے کا
فنا ہوجائے گی ہر شے مسلّم ہے بقا تیری
تُو ہی اوّل تُو ہی آخر، تُو ہی ظاہر تُو ہی باطن
نہ کوئی ابتدا تیری، نہ کوئی انتہا تیری
ترا ہی ذکر ہے وجہِ سکونِ خاطرِ مضطر
مرے ہر اک نفس میں یاد رہتی ہے سدا تیری
ترے ہی نور کی تابانیاں ارض و سما میں ہیں
منور چاند ہے تجھ سے، ہے سورج میں ضیا تیری
ترے ہی اسمِ اعظم سے طراوت* جسم و جاں میں ہے
تو سب کا آسرا ہے، ذات ہے مشکل کُشا تیری
دلِ حافظؔ پہ بھی ہو بارشِ لطف و کرم یارب
اسے بھی معرفت حاصل ہو، اے ربِّ عُلا تیری

* مسا (شام) * طراوت (شادابی، شگفتگی)

نعت رسول مقبول ﷺ

ضمیرؔ جعفری

محمد مصطفیٰ صلِّ علیٰ محبوبِ ربانی
ازل کی صبحِ عرفانی، ابد کی شمعِ ایمانی
حضورؐ آئے تو چمکیں فکرِ انسانی کی تنویریں
حضورؐ آئے تو ٹوٹیں جبر و محکومی کی زنجیریں
جمے ذہنوں کا زنگ اترا، بجھے چہروں پہ نور آیا
حضورؐ آئے تو انسانوں کو جینے کا شعور آیا
بشر کی پیشوائی کے لئے شمس و قمر آئے
حضورؐ آئے تو امکاناتِ ہستی بھی نظر آئے
تمدن آیا، تہذیب آئی، امن آیا، قرار آیا
حضورؐ آئے تو عالم پہ بہار آئی، نکھار آیا
یتیموں اور فقیروں کو پناہیں مل گئیں آخر
حضورؐ آئے تو ذرّوں کو نگاہیں مل گئیں آخر
اخوت اور مساوات و محبت کا نظام آیا
حضورؐ آئے تو یہ توقیرِ ہستی کا مقام آیا
سلام اے رحمۃ للعالمین سرکارِ دو عالمؐ
سلام اے مرسلِ حق مالک و مختار دو عالمؐ

دو گز زمین

جس وقت کہ تن جاں سے جدا ٹھہرے گا
دو گز ہی زمیں میں تو جا ٹھہرے گا
دو چار ہی روز میں تو ہو گا غائب
آ کر کوئی اور اس جگہ ٹھہرے گا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"اسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔" (طٰہٰ : ۵۵)

جب قدرت کے حکم سے بدن سے روح کو الگ کر دیا جائے گا تو بدن کا ٹھکانا صرف دو گز زمین ہو گی (وہ بھی اس کے لئے جسے میسر آجائے) اور دو چار دن گزر جانے کے بعد تو دنیا سے غائب ہو جائے گا اور پھر تیری جگہ وہاں کوئی اور آجائے گا۔ دیکھ لے اے بندے! تیری زندگی، تیرا وجود، تیری حقیقت کتنی فانی ہے۔ اس دنیا میں سب کے لئے چل چلاؤ اور ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ قائم ہے۔ فانی دنیا کی یہ زندگی عبرت کا مرقع ہے۔

ہر شے ظاہر ہو رہی ہے، چھپ رہی ہے — چھپ رہی ہے، ظاہر ہو رہی ہے اور پھر چھپ رہی ہے۔ یہ سلسلہ دنیا میں پہلے دن سے قائم ہے۔

جب تک ایک سال غائب نہ ہو، کوئی جان دوسرے سال میں ظاہر نہیں ہوتی اور دس سال کے شب و روز، منٹ اور گھنٹے پردے میں نہ چھپ جائیں تو گیارہواں سال شروع نہیں ہوتا۔ اسی طرح بچپن لڑکپن میں، لڑکپن جوانی میں، جوانی بڑھاپے میں چھپ جاتی ہے۔ کہاں چھپ جاتی ہے —؟ دنیاوی زندگی کا ڈراپ سین ہو جاتا ہے اور جس طرح آدمی پیدائش سے پہلے غائب تھا، مرنے کے بعد بھی غائب ہو جاتا ہے۔

اللہ کا رنگ

ابدالِ حق حضور قلندر باباؒ اولیاؒ کے 44ویں عرس کے موقع پر محترم عظیمی صاحب کا خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بہت عزیز دوستو، نہایت مخلص بزرگو، پیارے بچو ـــ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو تلاش کرنے کا جذبہ عطا فرمایا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم سب آدمؑ و حواؑ کی اولاد ہیں۔ غور و فکر کرتے ہیں تو آدمؑ و حواؑ اللہ کی بہترین تخلیق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدمؑ و حواؑ کو جنت میں بہترین مقام عطا فرمایا لیکن ساتھ ہی تاکید کی کہ پھول پتّیوں میں اور جنت کے نقشوں میں ہر چیز تمہارے لئے ہے مگر اس میں تمام اچھی چیزیں، اچھی باتیں، اچھی مخلوق کے ساتھ ایک پابندی ہے اور وہ پابندی یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں درختوں کے ہجوم میں ایک درخت ایسا ہے جس کے قریب نہیں جانا اور نہ کھوج لگانا ہے کہ اس درخت کا میکانزم کیا ہے۔

یہ سمجھئے کہ جنت میں شماریات سے زیادہ درختوں کی موجودگی میں ایک درخت ایسا ہے جو ہمہ وقت رنگ تبدیل کرتا ہے۔ ابھی وہ نیلا ہے، تھوڑی دیر میں زرد پھر سبز اور سرخ ہے۔ آدمؑ سے سہو ہوا، وہ اس درخت کے قریب چلے گئے اور رنگ کی مسلسل تبدیلی کو دیکھا تو ہر رنگ میں ایک نئی تکنیک دیکھی۔ آدمؑ کے ذہن میں آیا کہ یہ رنگ سرخ ہے، بہت خوب صورت، شفاف، چمک دار سرخ رنگ، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ رنگ تبدیل ہو گیا ـــ سرخ سے نیلا ہو گیا اور نیلا رنگ سرخ رنگ سے زیادہ دل زیب تھا۔

آدمؑ نے غور کیا کہ یہ تو سرخ سے زیادہ خوب صورت ہے۔ غور و فکر کر رہے تھے کہ یہ رنگ کیا ہے، رنگ تبدیل ہو گیا۔ قصہ کوتاہ اس کی شاخوں، پتّوں، پھول اور ساخت میں رنگوں کی مسلسل تبدیلی دیکھ کر آدمؑ کے اندر میں خیال آیا کہ یہ رنگ سرخ ہے۔ اب جب سرخ سے نیلا ہوا تو کہا کہ یہ نیلا ہے یعنی ان کے اندر شک پیدا ہو گیا کہ یہ رنگ نیلا ہے۔ اتنی دیر میں وہ سبز ہو گیا ــ غور کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت بنائی۔ خوب صورتی کے لئے اس کے اندر لاشمار پھول لگائے، درخت بنائے۔ ایک درخت کے بارے میں فرمایا کہ اس کے قریب نہیں جانا اور اس پر غور و فکر نہ کرنا۔ پھر کیا ہوا ــ؟ ہوا یہ کہ سرخ رنگ ہزاروں لاکھوں رنگوں میں تبدیل ہو گیا۔ ہزاروں رنگوں میں تبدیل ہونے کا مطلب ہے کہ کسی ایک رنگ پر یقین نہیں رہا۔ جتنے رنگ تھے، ان میں illusion (فریبِ نظر) ہو گیا یعنی ــ یقین کی جگہ شک پیدا ہوا، بے یقینی پیدا ہو گئی۔ کبھی وہ کہتے تھے کہ سرخ ہے، کبھی کہتے تھے کہ نیلا ہے۔ جب دیکھا نیلا ہے تو نیلا کہہ دیا اور نیلے کو نیلا ہی سمجھا۔

رنگوں میں مسلسل تبدیلی ہوتی رہی تو سرخ رنگ کا یقین بے شمار رنگوں میں تقسیم ہوتا رہا۔ بے شمار رنگوں میں تقسیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یقین ــ بے یقین بن گیا۔ ذہن یکسو نہیں رہا کہ یہ رنگ کون سا ہے اور یہ بھی یقین نہیں رہا کہ یہ رنگ سرخ نہیں ہے، نیلا ہے، نیلا نہیں ہے، بینگنی ہے۔

سوچنا یہ ہے کہ جنت کے لاشمار درختوں میں ایک درخت ایسا ہے جس پر غور و فکر کرنے سے شک پیدا ہو گیا۔ کبھی کہتے ہیں نیلا ہے، کبھی کہتے ہیں سرخ ہے، کبھی سمجھتے ہیں کوئی اور رنگ ہے۔ آپ اس بات سے کیا سمجھے؟

مطلب یہ ہوا کہ یقین بے یقینی میں تبدیل ہو گیا۔ یقین پر بے یقین ہونے کا پردہ

آ گیا۔ ابھی کہا یہ سرخ ہے، نہیں نہیں! یہ تو نیلا ہے۔ کیا مطلب ہوا؟ شک پیدا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ البقرۃ کی دوسری آیت میں فرمایا ہے،

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ـــ یہ کتاب یعنی قرآن پاک

لا معنی نہیں، ریب معنی شک، فیہ ـــ اس میں

لاریب فیہ ـــ اس میں شک نہیں ہے۔

جب آدمؑ درخت کے قریب گئے اور نیلے رنگ کو سرخ دیکھا تو شک پیدا ہوا اور رنگ کی مسلسل تبدیلی کی بنا پر شک بڑھتے بڑھتے جو کچھ جنت کی فضا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات موجود ہیں، ان کے اوپر پردہ آ گیا۔

جنت میں شک نہیں ہے۔ جب درخت کی رنگینی اور اس رنگینی کو مسلسل تبدیل ہوتے دیکھا تو ذہن میں کیا آیا ـــ؟ ایک جگہ دس رنگ ہیں۔ دس رنگ الگ الگ تبدیل ہو رہے ہیں، آپ اس کو کیا کہیں گے ـــ ؟ رنگ تبدیل ہو رہے ہیں۔ رنگ تبدیل ہو گئے تو اس کا مطلب ہے کہ رنگ کی انفرادیت سوالیہ نشان بن گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رنگوں میں سب سے اچھا رنگ اللہ کا ہے۔

پہلی بات جو ذہن میں آئی، وہ کیا ہے ـــ؟ دیوار پر سرخ رنگ ہے پھر نیلا ہو گیا، نیلے کے اوپر سبز ہو گیا تو کیا تبدیلی واقع ہوئی ـــ؟ سفید کے اوپر سرخ کر دیا، سرخ کے اوپر نیلا کر دیا، نیلے کے اوپر سبز کر دیا، رنگ تو سب موجود ہیں لیکن اصل رنگ کہاں گیا ـــ؟ سوچئے ـــ اصل رنگ کہاں گیا؟ سیدھی سی بات ہے، سفید رنگ کے اوپر آپ نے کالا کر دیا، سفید چھپ گیا، کالا غالب ہو گیا۔ پھر کوئی اور رنگ کر دیا، وہ غالب ہو گیا اور کالا چھپ گیا یعنی یقین کی دنیا میں ـــ؟ جو اصلی رنگ تھا، وہ پردے میں چلا گیا۔

جب سفید رنگ چھپ گیا تو آپ کس رنگ کے ہیں ـــ؟

لال ہیں، پیلے ہیں، کالے ہیں، کیسے ہیں — ؟ ایک آدمی ہے، اس کا اصلی رنگ سفید ہے۔ اب اس میں دس رنگوں کی تہ ہے۔ اس کو کیا کہیں گے ؟

● حاضرین : اصلی رنگ سفید ہے لیکن الوژن نظر آرہا ہے۔

الوژن نہیں کہیں گے — وہ کہیں گے کہ نیلا ہے۔ جو دس گیارہ رنگ اوپر نیچے آگئے، اس سے کیا ہوگا — ؟ ذہن نفی ہوجائے گا۔ کچھ سمجھ میں آیا یا آگے عرض کروں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا، رنگوں میں سب سے اچھا رنگ اللہ کا ہے۔

جس چیز میں ردّوبدل ہوتا ہے، وہ سب سے اچھا نہیں ہوتا۔ اگر اچھا رنگ ہے تو وہ اچھا ایک ہے۔ سفید اگر رنگ ہے تو وہ سفید ہی ہے۔ سفید رنگ کو دیکھ کر آپ سرخ نہیں کہیں گے، نیلا پیلا نہیں کہیں گے، کیا کہیں گے ؟

● حاضرین: سفید کہیں گے۔

اب اس کے اوپر نیلا رنگ کر دیں۔ اب کیا کہیں گے ؟

● حاضرین: نیلا کہیں گے۔

نیلا کہیں گے، سفید کہاں گیا؟

● حاضرین: چھپ گیا۔

نفی ہوگیا، آپ اس کو بھول گئے، چھوڑ دیا حالاں کہ رنگ سفید موجود ہے لیکن جب اس میں نیلا رنگ ہوا تو آپ نے کیا کہا؟

● حاضرین: نیلا نظر آرہا ہے۔

نیلا آپ کو نظر آرہا ہے، کیا وہ الوژن نہیں ہے — ؟ اس کے اوپر آپ نے ایک اور رنگ ڈال دیا۔ یہ الوژن کی تہ جم گئی۔ جب آدمؑ اس درخت کے قریب چلے گئے اور انہوں

نے رنگوں کو اور رنگوں کی تبدیلی کو دیکھا تو ان کے ذہن میں کیا آیا؟

- حاضرین: رنگ بدل رہے ہیں۔

جو رنگ نظر آرہا ہے بس وہ رنگ ہے۔ یہ نیلا رنگ ہے۔ نیلے کے نیچے کتنے رنگ ہیں، وہ غائب ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ یہ طرز دھوکے کی ہے، پریشانی کی ہے، شک کی ہے، بے یقینی کی ہے یا یقین کی ہے؟

- حاضرین: بے یقینی کی ہے۔

جب ہم یہاں رنگوں کی تبدیلی دیکھتے ہیں تو ہماری زندگی یقین ہے یا الوژن (بے یقینی)؟

- حاضرین: بے یقینی ہے۔

تو اب ہماری پوری زندگی بھی بے یقینی ہے۔ ایک دن کا بچہ جب دس دن کا ہوتا ہے، دس دن آپ کو نظر نہیں آتے۔ آپ کیسے کہتے ہیں کہ یہ دس دن کا بچہ ہے—؟ بچہ ہے وہ لیکن اس کا ایک دن تبدیل ہو کر اس کے اوپر دس دن کی چھاپ پڑ گئی۔ ٹھیک ہے؟

شک سے الوژن پیدا ہوا۔ یہ نہیں، یہ ہے — یہ نہیں، وہ ہے۔ نتیجہ کیا نکلا؟

- حاضرین: شک، بے یقینی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اصل رنگ بھول گیا۔ اصل رنگ ذہن میں آ ہی نہیں رہا۔ یہ وہ غلطی ہے جو جنت میں ہوئی کہ یقین کی دنیا الوژن میں بدل گئی۔ جب یقین کی دنیا الوژن میں بدل گئی تو جنت کا وہ رنگ ہی نہیں۔ جنت کا اصل رنگ بھول کے خانے میں گم ہو گیا۔

اس بات کو پھر سمجھئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساری جنت تمہاری ہے لیکن ایک درخت ہے، ایک درخت، اس کے قریب نہیں جانا یعنی—؟ یقین کو نہ توڑنا۔

جب حکم عدولی ہوئی تو یقین الوژن بن گیا۔

صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ

"اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے اچھا کس کا رنگ ہے؟" (البقرۃ: ۱۳۸)

اس آیت سے الوژن کی نفی ہوگئی۔

جب آدمؑ سے نافرمانی ہوئی تو جنت سے نکال دیئے گئے۔ دنیا میں آکر دیکھا کہ یہاں تو کوئی چیز بے رنگ نہیں۔ اب جتنی زیادہ رنگوں میں دلچسپی بڑھی، اسی مناسبت سے کیا ہوا؟

- حاضرین: اصل رنگ بھول گئے۔

نافرمانی، نافرمانی، نافرمانی ہوتی رہی۔ دوسری بات یہ کہ جنت میں کوئی چیز تبدیل نہیں ہو رہی اور دنیا میں آنے کے بعد ہر چیز تبدیل ہو رہی ہے۔ درخت وہ رنگین، پھول، کپڑے، کھانے پینے، مخلوقات سب رنگین۔ اصل رنگ کہاں گیا؟

- حاضرین: ہم بھول گئے۔

بھول نہیں گئے، ترک کر دیا، اس کو چھوڑ دیا، نافرمانی ہوئی۔ جب اس رنگ کو ترک کر دیا تو آواز آئی— جنت سے نکل جاؤ یعنی جنت میں الوژن نہیں ہے، دھوکا نہیں ہے، فریبِ نظر نہیں ہے لہٰذا جہاں فریبِ نظر ہے، وہاں چلے جاؤ۔ بتایئے، ابا آدمؑ کہاں گئے؟

"پھر ہم نے آدم سے کہا کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے۔" (البقرۃ: ۳۵)

سامعین! بتایئے کہ ظاہر دنیا میں، کپڑوں میں، دیواروں میں کوئی شے بے رنگ ہے؟ رنگ کا مطلب ہے کہ ہر رنگ الگ الگ ہوگا، نہ یہ لال ہوگا نہ یہ سفید ہوگا۔ پھلوں میں رنگ ہوگا، دیواروں میں رنگ ہوگا، کپڑوں میں رنگ ہوگا، اندر باہر اعضا میں رنگ ہوگا۔

صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ صبغۃ

اب اللہ کا رنگ کیا ہے؟ اللہ کا رنگ تو آپ، ہم، سب بھول گئے۔

جب نیلے رنگ کو اصل رنگ پہ ترجیح دے دی پھر کیا ہوا؟

جنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ جنت میں رنگ کون سا ہے—؟

صبغۃ اللہ — اللہ کا رنگ۔

اور اللہ کے رنگ میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔

آپ یہ بات سمجھے؟

رنگوں کی دنیا سے آزاد ہو جایئے۔ رنگوں کی دنیا سے آزاد ہونے کا مطلب ہے کہ رنگ زمین کی تخلیق ہے اور جو اللہ کا رنگ ہے، صبغۃ اللہ — وہ اللہ کا رنگ ہے۔ جنت میں ابا آدمؑ سے جو نافرمانی ہوئی، وہ یہ کہ اللہ کے رنگ کو نظر انداز کر کے الوژن رنگ قبول کر لیا۔

لوگ سورج میں زیادہ رہتے ہیں تو کالے ہو جاتے ہیں۔ کوئی بات نہیں، سورج سے نکل جایئے، کچھ عرصہ سائے میں رہئے، سفید ہو جائیں گے۔ تغیر ہے — رنگ میں تغیر ہے۔

اللہ کے رنگ میں تغیر نہیں ہے۔

علاج یہ ہے — جتنا آپ اللہ کا ذکر کریں گے اور اس غلطی کی معافی چاہیں گے، اسی مناسبت سے صبغۃ اللہ سے آپ قریب ہو جائیں گے۔

کسی کو سوال پوچھنا ہے—؟

سوال اس لئے نہیں پوچھنا کہ آپ ابھی تک اس بات کو پوری طرح سمجھے نہیں۔ گھر جائیں، بار بار دہرائیں، بار بار دہرائیں پھر یہ بات آپ کی سمجھ میں آ جائے گی، انشاء اللہ۔

امتحان

کل نمبر: 50

رنگ کی — رنگ آمیزی کے بارے میں آپ نے سنا، پڑھا، تفکر کیا۔ نتیجہ جاننے کے لئے امتحانی پرچہ ترتیب دیا گیا ہے۔ کوئی جواب 12 سطروں (لائنوں) سے زیادہ نہ ہو۔ جواب مثالوں سے واضح کیجئے۔

۱۔ رنگ کیا ہے؟ (نمبر۔۶)

۲۔ کیا دنیا میں کوئی شے بے رنگ ہے؟ (نمبر۔۵)

۳۔ رنگوں میں تغیر ہے یا یہ ہم ہیں جو رنگوں میں تغیر دیکھ رہے ہیں؟ (نمبر۔۵)

۴۔ پرندوں کے رنگ الگ، درختوں کے رنگ الگ، پتّوں کے رنگ الگ، آدمی میں اندرونی اور بیرونی رنگ الگ۔ رنگ کی تبدیلی کس بنیاد پر ہے؟ (نمبر۔۶)

۵۔ آپ کا رنگ کون سا ہے؟ (نمبر۔۳)

۶۔ **صبغۃ اللّٰہ** — اللہ کے رنگ سے کیا مراد ہے؟ اسے کس طرح اختیار کیا جائے؟ (نمبر۔۷)

۷۔ شک اور یقین کا رنگ سے تعلق جنت اور زمین پر زندگی کے تناظر میں بیان کیجئے۔ (نمبر۔۶)

۸۔ اس خطاب میں رموز اور قوانین ہیں۔ پانچ کی نشاندہی کیجئے۔ (نمبر۔۵)

مراقبہ: نرم کپڑا بند آنکھوں پر باندھئے جس سے ڈیلوں پر ہلکا سا دباؤ محسوس ہو۔ آلتی پالتی بیٹھ جایئے۔ کمر اور گردن سیدھی رہے لیکن کھنچاؤ نہ ہو۔ اول آخر درود شریف کے ساتھ گیارہ مرتبہ یابصیرُ پڑھئے۔ تصور کیجئے کہ ایک نقطہ ہے جس کا رنگ چمک دار نیلا ہے۔ بند آنکھوں سے اس نقطے پر نظر جمایئے۔ ابتدا تین منٹ سے کرکے آہستہ آہستہ 10 منٹ تک لے جایئے۔ مراقبہ بلاناغہ 30 دن کرنا ہے۔ نتیجہ لکھ کر بھیجئے۔ (نمبر۔۷)

جوابی پرچے کے ساتھ نام، عمر، تعلیم، پیشہ اور فون نمبر کے علاوہ آنکھوں کے اندر پتلی کا رنگ اور آنکھ میں کئی رنگوں کے بیچ میں تل ہے، اس کا رنگ لکھ کر بھیجئے۔

نوٹ: حل شدہ پرچہ بھیجنے کی آخری تاریخ 20 اپریل 2023ء ہے۔

ذہن و خرد کی آگہی

سلسلہ عظیمیہ کے امام — ابدالِ حق حضور قلندر بابااولیاؒ کے 44 ویں عرس کی تین روزہ تقریبات میں پاکستان اور بیرون ملک سے زائرین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ حسبِ روایت 26 جنوری کو مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں بین الاقوامی روحانی ورکشاپ منعقد کی گئی۔ موضوع ''صبغۃ اللہ'' تھا۔

27ویں بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کے مہمانِ خصوصی سپریم کورٹ آف پاکستان کے سابق چیف جسٹس جناب جسٹس گلزار احمد تھے۔ دیگر مہمانانِ گرامی میں چیئرمین علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان جناب ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب اور چیئرمین شعبہ بین المذاہب مطالعات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جناب ڈاکٹر غلام شمس الرحمان شامل تھے۔ ورکشاپ کے آرگنائزر جناب ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی تھے۔

مہمان خصوصی جسٹس گلزار احمد نے روحانی ورکشاپ میں شریک خواتین و حضرات اور بچوں سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ انہیں روحانی ورکشاپ میں بچوں کو شریک دیکھ کر انتہائی خوشی ہوئی کیوں کہ معاشرے میں مذہبی اقدار اور دنیاوی تقاضوں کے مطابق تربیت کا رجحان ختم ہو گیا ہے، ماں باپ نے بچوں کو ٹی وی اور کمپیوٹر کے آگے بٹھادیا ہے اور موبائل فون ہاتھ میں تھمادیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بچوں کی تربیت کرنی ہے ورنہ یہ ایک ایسے مجمع کی شکل اختیار کرلیں گے جس کو علم نہیں ہوگا کہ اسے اپنے اور ملک کے لئے کیا کرنا ہے۔ جسٹس گلزار احمد نے روحانی ورکشاپ کے انعقاد کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ سیکھنے اور سکھانے کا بہترین طریقہ ہے۔

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے شعبہ علومِ اسلامیہ کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے خطاب میں ''صبغۃ اللہ'' کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رنگ میں رنگنے کا مطلب ہے کہ انسان اللہ کی محبت میں اتنا یکسو ہو جائے کہ خوش دلی کے ساتھ اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کی اطاعت و اتباع کرے۔ یہی خاتم النبیین حضرت محمدؐ کی تعلیم ہے اور یہی دنیا میں آنے کا مقصد ہے۔ انہوں نے کہا کہ امام سلسلہ عظیمیہ حضور قلندر باباؒ اولیاؒ نے فرد کو عصری علوم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ روح سے واقف ہونے کی طرف متوجہ کیا۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب نے حاضرین کو بتایا کہ جن دنوں خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

محترم عظیمی صاحب بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان تشریف لاتے تھے تو قرآن کریم میں دی گئی کائنات میں تفکر کی دعوت کو طالبات و طلبا کے سامنے پیش کرتے اور فرماتے کہ غور و فکر کرو کہ اللہ نے کائنات کیسے بنائی، کیوں بنائی، کیا کچھ بنایا اور اس کی حقیقت کیا ہے۔ ڈاکٹر صہیب نے مزید کہا کہ کائنات کی تمام روشنیاں اللہ نے پیدا کی ہیں، روشنی کو سمجھ لیں تو کائنات اور اللہ کے ساتھ تعلق سے واقف ہو جائیں گے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں شعبہ بین المذاہب مطالعات کے چیئرمین ڈاکٹر غلام شمس الرحمان نے بھی شرکا سے خطاب کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ "صبغتہ اللہ" کو سمجھنے کے لئے جاننا ضروری ہے کہ مظاہر جن کا وجود ایک وقت ہے اور نہیں ہے، ہمیں نظر آتے ہیں مگر جو ہستی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی، جو اول، آخر، ظاہر اور باطن ہے، وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتی؟ انہوں نے کہا کہ آدمی جن مظاہر میں پھنس کر مقید ہو گیا ہے، جب تک ان سے نکل کر بڑے دائرے میں داخل نہیں ہوتا، ذات کا شعور حاصل نہیں ہو گا۔

روحانی ورکشاپ میں تعلیم و تدریس، طب، تجارت، انفارمیشن ٹیکنالوجی، قانون، زراعت، انجینئرنگ اور مختلف شعبہ ہائے جات سے وابستہ 991 خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ ان میں 20 پی ایچ ڈی، 104 پوسٹ گریجویٹ اور 243 گریجویٹ تھے۔ شرکا کا تعلق پاکستان، سعودی عرب، برطانیہ، امریکا، متحدہ عرب امارات، بحرین، کینیڈا، جرمنی، سویڈن اور روس سے تھا۔ روحانی ورکشاپ میں 15 سال سے کم عمر بچے اور نونہال بھی شریک تھے۔ ان کی کل تعداد 152 تھی۔ پاکستان کے ممتاز اداروں کے اراکین پر مشتمل آبزرونگ کمیٹی نے مذاکرے کے جائزے کی روشنی میں پہلی، دوسری اور تیسری پوزیشن کا اعلان کیا۔ "صبغتہ اللہ" کے موضوع پر تفکر اور مذاکرے کے لئے روحانی ورکشاپ کا کتابچہ (booklet) ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے ترتیب دیا۔

27 جنوری کی صبح پاکستان اور بیرون ملک سے زائرین نے ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیأؒ کے مزار پر حاضری دی، فاتحہ خوانی کی اور پھولوں کی چادر چڑھائی۔

عرس 2023ء کی مرکزی تقریب 27 جنوری کو منعقد ہوئی جس میں خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب نے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ یہ خطاب لائیو اسٹریمنگ کے ذریعے کئی ممالک میں دیکھا اور سنا گیا۔

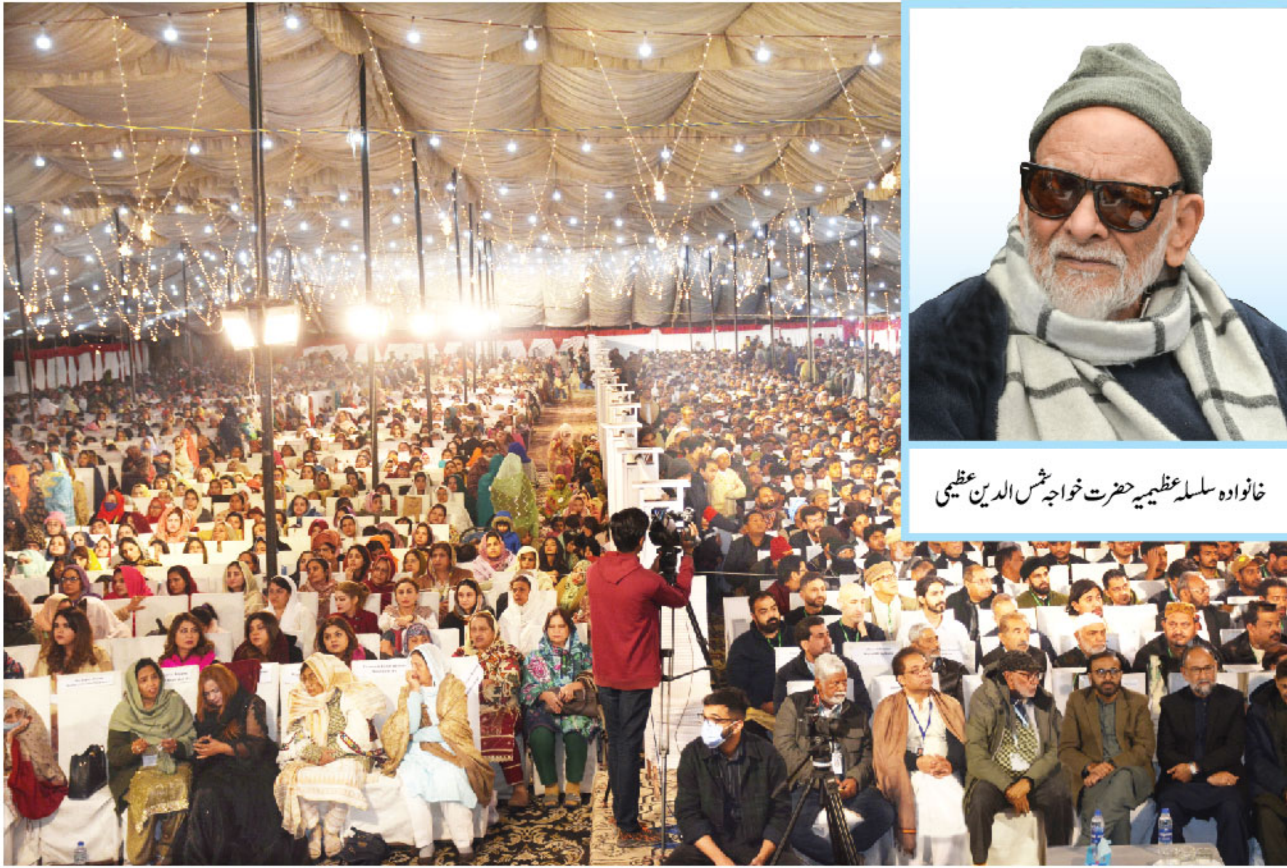

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

ڈاکٹر غلام شمس الرحمان
چیئرمین شعبہ بین المذاہب مطالعات، AIOU

ڈاکٹر عبدالقدوس صہیب
چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، BZU ملتان

جسٹس گلزار احمد
سابق چیف جسٹس، سپریم کورٹ آف پاکستان

محترم عظیمی صاحب روحانی ورکشاپ میں بچوں کے ایک گروپ سے بات کرتے ہوئے

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی
آرگنائزر روحانی ورکشاپ

27ویں بین الاقوامی روحانی ورکشاپ کا ایک منظر

فقیر کی ڈاک

تفکر ـــ ذہن کی دنیا میں داخل ہونے کا راستہ ہے۔ تفکر سے خیال کی گہرائیاں روشن ہوتی ہیں۔ گہرائی میں تخلیقی رموز کے خزینے ہیں جن تک رسائی ـــ عرفانِ نفس اور معرفتِ الٰہی ہے۔ "فقیر کی ڈاک" اذہان کی آبیاری ہے جس میں مرشد کریم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب شعور کے تانے بانے کو لاشعور سے جوڑ دیتے ہیں۔

محترم عظیمی صاحب ـــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

مابعد النفسیات سے متعلق علوم میں سانس کی مشقوں کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ یوگ اور تصوف میں بھی سانس کی مشقوں کی اہمیت مسلّمہ ہے۔ گزارش ہے کہ اس بات پر روشنی ڈالئے کہ سانس کو سینے میں روکنے سے روحانی صلاحیتوں کا کیا تعلق ہے؟

نیازمند، صائمہ بشیر (امریکا)

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ،

انسان، پہاڑ، زمین اور اس پر آباد تمام مخلوقات کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ زندگی کا قیام سانس کے اوپر ہے۔ جب تک سانس کی آمد و شد جاری ہے، زندگی رواں دواں ہے اور جب سانس میں تعطل واقع ہو جاتا ہے تو مظاہراتی اعتبار سے زندگی ختم ہو جاتی ہے۔

سانس کا عمل بھی دو رخوں پر قائم ہے۔

۱۔ سانس کا اندر جانا ۲۔ سانس کا باہر آنا

روحانی نقطۂ نظر سے سانس کا اندر جانا انسان کو روح سے قریب کر دیتا ہے اور سانس کا باہر آنا اس کو روح سے عارضی طور پر دور کر دیتا ہے۔

انسان روشنیوں سے مرکب ہے اور روشنی کی بنیاد اللہ کا نور ہے۔ جس طرح سانس کی آمد و شد انسان کی زندگی ہے، اسی طرح خیالات کو بھی ہم زندگی کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر سانس خیالات کی زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو انکشاف ہوتا ہے کہ جس طرح سانس دو رخ پر قائم ہے، اسی طرح خیالات بھی دو رخ پر سفر کرتے ہیں۔

۱۔ خیالات کا ایک رخ وہ ہے جس کا نام اسفل رکھا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا رخ وہ ہے جو ہمیں اسفل سے دور کرکے اعلیٰ مقام میں لے جاتا ہے۔

عرف عام میں ان دو رخوں کو خیالات کی پاکیزگی یا خیالات میں پیچیدگی اور تاریکی کہا جاتا ہے۔

خیالات میں پاکیزگی دراصل طرز فکر ہے۔ طرز فکر پاکیزہ ہے تو انسان سکون اور راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ سکون اور راحت ذہنی یکسوئی پیدا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس تاریک طرز فکر حزن و ملال* اور رنج و آلام سے آشنا کرتی ہے۔ حزن و ملال یکسوئی ختم کرکے دماغی انتشار میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اس بات کو دوسری طرح بیان کرتے ہیں۔ آسمانی صحائف میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی اصل تخلیق ازل میں ہوئی ہے اور پھر انسان (آدمی) نافرمانی کا مرتکب ہو کر اس دنیا میں آیا ہے، ایسی دنیا میں جہاں ازل غیب ہے لیکن غیب سے اس کا ایک مخفی رشتہ قائم ہے۔

ازل میں موجودگی کا تعلق روح سے ہے۔ جب ہم سانس اندر لیتے ہیں تو ازل سے قریب ہو جاتے ہیں اور جب سانس باہر نکالتے ہیں تو خود کو ازل سے دور محسوس کرتے ہیں یعنی سانس کا باہر آنا اِس زندگی اور ازل کی زندگی کے درمیان ایک پردہ ہے — جب ہم سانس اندر روکتے ہیں تو ہمارا رشتہ ازل سے قائم ہو جاتا ہے یعنی ہم روح سے قریب ہو جاتے ہیں اور روح سے قریب ہونا ہی کسی ماورائی علم میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

دعاگو، عظیمی

---

* حزن و ملال (غم، رنج، افسوس)

نامے میرے نام

"ماہنامہ قلندر شعور" نے قارئین خواتین و حضرات کو رسالے کے پلیٹ فارم سے تفکر کی دعوت دی ہے۔ رابطے کے قدیم و جدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط شائع کئے جارہے ہیں۔ ادارہ "ماہنامہ قلندر شعور" کا قارئین کے تفکر سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

جنوری 2023ء میں شائع ابدالِ حق کی تحریر "کُن ۔ فیکون" پر موصول تفکر میں سے منتخب خطوط:

- سدرہ جبار (ابوظہبی) : جنوری 2023ء کے شمارے میں ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تحریر میں بتایا گیا ہے کہ الفاظ اور مفہوم کا گہرا رشتہ ہے۔ لفظ کتنا سادہ ہو، اگر مفہوم آشکار نہ ہو تو ذہن میں تصویر نہیں بنتی اور تحریر سمجھ میں نہیں آتی۔ الفاظ کو مفہوم سے نسبت ہے۔ اس کی بڑی مثال کُن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُن فرمایا ۔ کُن میں جتنے مفہوم ہیں، یہ کائنات ان کا مظاہرہ ہے۔

- انجینئر جنید عارف (پشاور): المیہ ہے کہ دنیا میں آتے ہیں تو خالی ذہن کو ہجوم سے بھرنا شروع کر دیتے ہیں۔ جب ذہن ہجوم سے بھر جاتا ہے تو اس کو خالی کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ اصل میں ہم روحانی اقدار سے واقف نہیں اور روحانیت کو خود سے الگ کوئی نظام سمجھتے ہیں جب کہ روحانیت روح کی تحریکات کا مشاہدہ کرواتی ہے جس کی وجہ سے مخلوقات حرکت میں ہیں۔

- شائستہ زوہیر (کراچی): حضور قلندر بابا اولیاؒ کی تحریر "کُن ۔ فیکون" کے ہر جملے میں ایک یا زیادہ قوانین ہیں۔ پہلے پیراگراف میں لفظ، تصویر، ٹائم اسپیس، کائنات ماضی ہے، ارادہ، مقداروں کا علم، زمانِ حقیقی وغیرہ کا قانون بیان ہوا ہے۔ ریکارڈ شدہ فلم کے اسکرین پر نشر ہوتے وقت وہی مناظر ظاہر ہوتے ہیں جو فلم میں پہلے سے ریکارڈ ہیں۔

- ابراہیم (نواب شاہ): ابدالِ حق فرماتے ہیں کہ "استغنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ صمدیت کا عکس ہے"۔

صفتِ صمدیت یعنی بے نیازی ذہن کو ہجوم سے خالی کر دیتی ہے۔ ایسا شخص ہر کام سے پہلے اللہ کے بارے میں سوچتا ہے اور اس خیال میں مست و بے خود ہو کر زندگی کے سارے کام انجام دیتا ہے۔ یوں ذہن ہجوم سے خالی رہتا ہے اور دنیاوی تقاضے بھی پورے ہوتے ہیں۔

- سویرا ندیم (لاہور): انسان کی حیثیت غیر جانب دار عدالت کی ہے۔ بصورتِ دیگر وہ آدمی کی درجہ بندی میں ہے۔ عدالت فریق کا ذہن اختیار کرے گی تو فریق بن جائے گی۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کائناتی ذہن، عدالت کا ذہن ہے اور مخلوقات کا ذہن فریق کا ذہن ہے۔ اگر کوئی مخلوق کائناتی ذہن اختیار کرلے تو فریق کی حیثیت مغلوب ہو جائے گی۔

- رابعہ تحسین (کراچی): حضور قلندر باباؒ کی تحریر پر غور و فکر سے ادراک ہوا کہ ذہن کبھی خالی نہیں رہتا۔ ہجوم سے خالی ذہن نور سے بھرتا ہے اور نور سے خالی ذہن میں ہجوم ہوتا ہے۔

- وامق گلزار (فیصل آباد): شعور جتنا مظاہر کے ظاہری رخ میں منہمک رہتا ہے، لاشعور سے دور ہوتا جاتا ہے۔ لاشعور میں داخل ہونے کے لئے ذہن میں موجود ہجوم کی گرفت سے آزاد ہونا ہے۔

- سارہ شفیق (حیدرآباد): معاملات کی تفہیم اور صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت غیر جانب داری سے منسوب ہے۔ غیر جانب دار ذہن اگر کائناتی ذہن اختیار کرلے تو لوحِ محفوظ پر نقوش پڑھنے میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ جو کچھ لوحِ محفوظ پر نقش ہے، وہی کائنات میں ظاہر ہوتا ہے۔

- نعمان رمیز (ساہیوال): لکھا ہے کہ "کوئی غیر موجود، موجود نہیں ہو سکتا"۔ تمام چیزیں جو ہم نے دیکھی اور سنی ہیں اور جن کے تصورات ذہن میں آتے ہیں، وہ کہیں موجود ہیں۔ ان میں ایسے تصورات بھی ہیں جن کو ہم نظر انداز کر دیتے ہیں یا فکشن سوچ کے تحت مسخ کر کے دیکھتے ہیں جیسے دوسرے سیاروں کی مخلوقات جن کو ہم بے ہنگم روپ میں دکھا کر ان پر فلمیں بناتے ہیں۔

- مومنہ صادق (کراچی): سورۃ الاخلاص میں خالق اور مخلوق کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان میں ایک صفت مخلوق اختیار کر سکتی ہے جو صفتِ صمدیت ہے یعنی مخلوق مخلوق کی مدد کرے، محبت سے پیش آئے مگر ضروریات کے لئے ان سے توقعات وابستہ نہ کرے بلکہ اللہ کی نیاز مند بن جائے۔

جنوری 2023ء کے مضامین پر قارئین کی آرا اور تبصرے :

◆ پروفیسر محمد طاہر (چنیوٹ): "ماہنامہ قلندر شعور" پڑھنے سے لاشعوری تحریکات کو جِلا ملتی ہے۔ پروفیسر شیخ فقیر محمد کی تحریر کا ایک ایک لفظ آبِ زر ہے۔ ابدالِ حق کی غزل نے اندر کی دنیا میں عجب سماں پیدا کر دیا۔ دیگر مضامین بہترین تھے۔ جنوری کے شمارے سے چند سوالات پیشِ خدمت ہیں۔

ا۔ کیا آدم کے زمانے کے کسی بھی مظہر کا موجودہ زمانے میں اظہار ممکن ہے ؟

۲۔ اگر کوئی بیٹھے بیٹھے چند لمحات کے لئے بے خیال ہو جائے تو کیا اسے خالی الذہنی کہیں گے ؟

• قارئین میں سے کوئی ان سوالات کا مختصر جواب دینا چاہے تو رسالے کے صفحات حاضر ہیں۔ (ادارہ)

◆ ایمن ظہیر (کراچی): جنوری 2023ء کا "فقیر کی ڈاک" سائنس کے طلبا کے لئے بہت مفید ہے۔

◆ اسد علی (اسلام آباد): ابدالِ حق کی غزل میں زندگی کا ساز اور دل کا سوز ہے۔ محبت کا نفیس اظہار اور ایثار ہے۔ پہلا شعر اکثر وردِ زباں رہتا ہے۔ اس میں عقیدت و بندگی اور سرشاری ہے۔ باباصاحبؒ فرماتے ہیں،

عشق ہی میرا سفر ہے عشق ہی کاشانہ ہے — میں وہی کشتی ہوں جس کا ناخدا دیوانہ ہے

◆ دلشاد کوثر (مردان): ابدالِ حق کے حوالے سے شیخ فقیر محمد کی تحریر "چشمِ ماروشن، دلِ ماشاد" تھی۔ بابا صاحبؒ کے الفاظ "ہم ذہن پڑھتے ہیں" میں علم کے مراتب اور عمل کے قوانین ہیں۔

◆ طاہر حمید (شہر کا نام نہیں لکھا): جنوری 2023ء کی تحریر "کُن — فیکون" میں مراقبہ کی انگریزی concentration لکھی ہے جب کہ یہ meditation ہے۔ ازراہِ کرم تصحیح فرمالیجئے۔

• مراقبہ ارتکاز اور یکسوئی ہے۔ مراقبہ کے مقصد کو نمایاں کرنے کے لئے انگریزی میں meditation کی بجائے concentration لکھا گیا۔ (ادارہ)

◆ عبید (کوئٹہ): صفحہ 36 پر "مٹی کا جال" کے عنوان سے فارمولا لکھا ہے کہ پہاڑ کیسے بنتے ہیں۔ بات یہ سمجھ میں آئی ہے کہ ٹھوس نظر آنے والا پہاڑ چھوٹے بڑے خلا پر مشتمل ہے۔

"ماہنامہ قلندر شعور" کے ڈیجیٹل ایڈیشن کی سبسکرپشن کے لئے ویب سائٹ پر موجود فارم پُر کیجئے۔
https://qalandarshaoormonthly.online/

حامد ابراہیم

لو جی ــــ بن گئی جے!

استاد اللہ بخش کینوس کے سامنے سوچ بچار میں گم تھے۔ بیگم کہہ رہی تھیں کہ لکڑیاں ختم ہو گئی ہیں، سوکھی لکڑیوں کا بندوبست کرو۔ استاد جی جس خیال میں مگن تھے، اس میں گم رہے۔ بیگم غصے میں آ گئیں اور بے نقط سنائیں۔ استاد جی اچانک اٹھے اور کینوس پر کچھ بنانے لگ گئے۔

احسن الخالقین اللہ فرماتے ہیں،

"وہی ہے جو تمہاری ماؤں کے رحموں میں تمہاری تصویر کشی کرتا ہے جیسی چاہتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی زبردست ہے، حکمت والا ہے۔" (اٰلِ عمرٰن : ٦)

بچہ نو ماہ تک ماں کے پیٹ میں نشوونما پاتا ہے، اس دوران ہم اس کے خدوخال یا تصویر سے واقف نہیں ہوتے۔ جب وہ دنیا میں آتا ہے تو سب کو تجسس ہوتا ہے کہ دیکھیں شکل و صورت کیسی ہے اور شباہت کس کی ہے۔

کم و بیش ساڑھے سات ارب کی انسانی آبادی میں ہر شکل منفرد ہے۔ آدم کے زمانے سے نہ جانے کتنے عورت و مرد دنیا میں آ چکے ہیں، کسی کی شکل من و عن کسی سے نہیں ملتی۔ تنوع اتنا ہے کہ شکل انفرادیت کی وجہ بن گئی ہے۔

تخلیق اور تصویر لازم و ملزوم ہیں۔ تصویر کشی یا مصوری کو تخلیق سے الگ شعبہ سمجھا جاتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سادہ شکل سے پیچیدہ مشینوں تک ہر شے کی تصویر پہلے ذہن میں بنتی ہے، وہاں سے کاغذ، کینوس یا اسکرین پر منتقل ہوتی ہے پھر مادی قالب میں ڈھلتی ہے۔ تصویر شے کے مطابق نہ بنے تو ہم قبول نہیں کرتے۔

مثال: روٹی ٹیڑھی بن جائے تو وہ روٹی رہتی ہے مگر سب کہتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں بنی۔

ذہن چاہتا ہے کہ تصویر میں موجود اطلاعات کی پیروی کی جائے۔ مصور ایسی تصویر بنانے کی مشق کرتا ہے جو قدرت کی بنائی ہوئی تصویر سے ہم آہنگ ہو۔ مصوری میں ایسی بہت سی اشیا کی تصاویر بنائی جاتی ہیں جو اس دنیا کی نہیں لگتیں اور ہم انہیں مصور کی اختراع کہتے ہیں۔ اصل

میں ہم کائنات کی ہر شے سے واقف نہیں ہیں۔ خیالات جب ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں پہنچتے ہیں تو وہاں موجود مصور کسی خیال کو کلّی یا جزوی طور پر قبول کرکے کوئی تصویر بناتا ہے۔ لوگ اسے فکشن کہتے ہیں جب کہ ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری دنیاؤں میں موجود کسی مخلوق کی تصویر ہو۔ اکثر مصور بے خبر ہوتے ہیں کہ جس خیال پر وہ کام کر رہے ہیں، وہ کہاں سے آیا ہے اور انہوں نے خیال کو کس حد تک قبول کیا ہے۔

قانون تصویر بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

۱۔ مصور سوچتا ہے اور سوچنے میں پوری تصویر کا عکس اس کے حافظے میں آجاتا ہے۔

۲۔ وہ شے کو مادی قالب میں دیکھتا ہے۔ دیکھنے کے بعد شے کا عکس اس طرح دماغ میں آتا ہے جس طرح دنیاوی طرزوں میں سامنے آتا ہے۔

دونوں طریقوں میں مصور دماغ میں عکس کو دیکھ کر تصویر بناتا ہے مگر بیان کردہ دوسرے طریقے میں وہ سمجھتا ہے کہ میں باہر دیکھ رہا ہوں جب کہ باہر نظر آنے والی تصویر اسے اندر نظر آرہی ہے۔ اس مضمون کا تعلق مصوری کے پہلے طریقے سے ہے۔

مصور قرون وسطیٰ کے کسی سپہ سالار کی تصویر بنانا چاہتا ہے جس میں وہ گھوڑے پر سوار ہے۔ اس زمانے کے لباس اور رہن سہن سے متعلق تصاویر اور معلومات مصور کے حافظے میں پہلے سے ہیں اور پنسل ہاتھ میں ہے۔ وہ ہوا میں پنسل سے کچھ بناتا ہے۔ دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ یہ ہوا میں تصویر بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ پھر پنسل کی نوک کاغذ سے مَس ہوتی ہے اور چند آڑی ترچھی لکیریں کاغذ پر نظر آتی ہیں جو بظاہر بے معنی لگتی ہیں۔ مصور ہاتھ دوبارہ ہوا میں بلند کرکے کچھ بناتا ہے پھر کاغذ کی طرف متوجہ ہوتا ہے جہاں مزید لکیروں کا اضافہ ہوتا ہے۔ دیکھنے والے کو ابتدا میں کاغذ پر بے ہنگم لکیریں نظر آتی ہیں، وہ بتا نہیں سکتا کہ مصور کیا بنانا چاہ رہا ہے۔ کچھ دیر بعد اندازہ ہوتا ہے کہ گھوڑے پر آدمی بیٹھا ہے جس کے خدوخال واضح نہیں ہیں، ایک مبہم خاکہ ہے جیسے دھوئیں یا بادلوں سے کوئی شکل بن رہی ہو۔ جب تصویر واضح ہوتی ہے تو مصور اضافی لکیریں مٹا دیتا ہے۔

تصویر بنانے کے مذکورہ طریقے کو اعلیٰ سمجھا جاتا ہے کیوں کہ اس میں خاکے یا تصاویر زیادہ فطری اور جامع ہوتی ہیں اور مصور پوری طرح

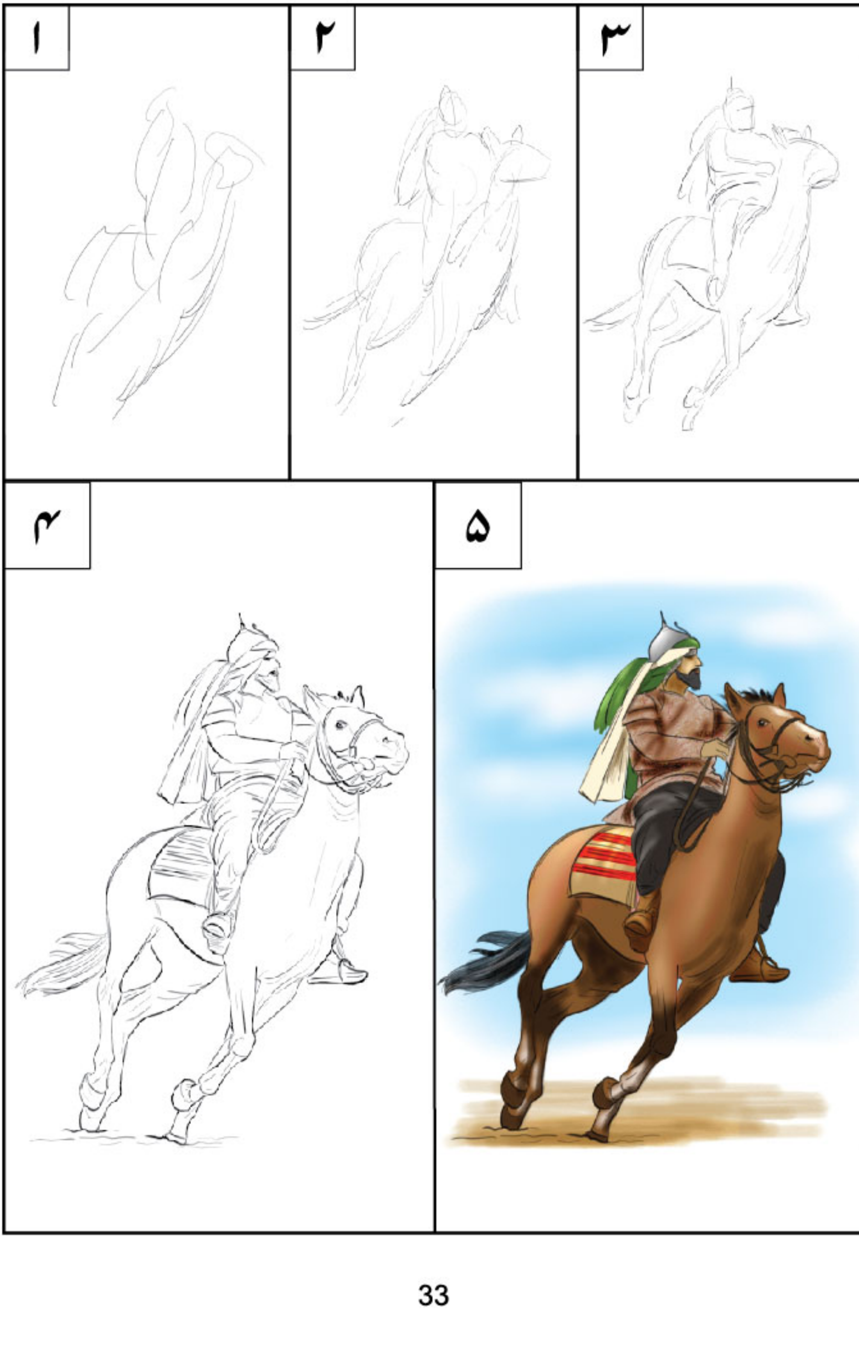
۱
۲
۳
۴
۵

اندر میں منہمک ہوتا ہے۔

پنسل کو حرکت دینا ہاتھوں کی حرکت کو ذہن میں موجود تصویر سے ہم آہنگ کرنے کے عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اساتذہ تسلیم کرتے ہیں کہ مصور جتنا لاشعور میں منہمک رہتا ہے، تصویر اتنی اچھی بنتی ہے— استاد کا کام یہ ہے کہ وہ شاگرد کو اندر میں دیکھ کر تصویر بنانا سکھادے۔

دیئے گئے خاکوں کے لئے گھڑ سوار اور دَور کے اعتبار سے وضع قطع کا مطالعہ ضروری ہے۔ گھوڑے اور آدمی کے ڈھانچوں کا علم، ڈھانچے پر منڈھے ہوئے پٹھوں — گوشت پوست کی ساخت اور ان کی حرکات کا مطالعہ، ماحول کے مطابق روشن حصوں، کم روشن اور اندھیرے میں ڈوبے حصوں کو ظاہر کرنا، یہ تکنیکی معلومات ہیں جن کا علم ضروری ہے۔

استاد اللہ بخش مرحوم — وطنِ عزیز کے اعلیٰ پائے کے مصور تھے۔ 1895ء میں وزیر آباد میں پیدا ہوئے اور 1978ء میں انتقال ہوا۔ لاہور میں آسودۂ خاک ہیں۔ انہوں نے مدرسے میں عربی اور اردو پڑھی تاہم مصوری کی رسمی تعلیم کسی ادارے سے حاصل نہیں کی۔ ان کے والد مصور تھے— یہ علم وراثتاً منتقل ہوا۔ یورپ اور انگلستان سے نامور مصور اور طالب علم ان سے ملنے آتے۔ انگریز ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ استاد جی درویش مزاج تھے۔ انہوں نے پاکستان کی لوک داستانوں پر اعلیٰ درجے کی مصوری کی۔ اس وقت کے راجا مہاراجا ان سے اپنی تصویر بنوانا اعزاز سمجھتے تھے۔

استاد اللہ بخش کو مصوری کا پہلا سبق انگریزی کے پہلے تین حروف ABC کی سلیٹ پر مشق دیا گیا۔ انہوں نے ایک سال میں ایک حرف اور تین سال میں تین حروف کی مشق کی۔ اس کے بعد مصوری میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔ بظاہر عجیب لگتا ہے کہ ABC کا مصوری سے کیا تعلق لیکن لاشعور کے بہتر مطالعے کے لئے پرانے اساتذہ ایسی مشقیں کرواتے تھے۔ قدیم اساتذہ کی کوشش ہوتی کہ شاگرد پہلے "باادب بانصیب" بنے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد اللہ بخش کے کام کرنے کا انداز نرالا تھا۔

برطانوی مصوروں کی ایک جماعت ان سے ملنے آئی اور فیصل آباد جو اس وقت لائل پور تھا، وہاں مصوری کا مقابلہ منعقد کیا جس کا موضوع "تخیلاتی مصوری" تھا یعنی مصور جو چاہے بنائے،

تخیلاتی ہونا شرط تھا۔

برطانوی مصوروں نے استاد جی کو شرکت کے لئے آمادہ کیا تا کہ باقی شرکا ان سے سیکھیں۔

مقابلہ شروع ہوا۔

سارے مصور روایتی انداز میں پہلے خاکہ کشی اور پھر اس میں رنگ بھر رہے تھے مگر استاد جی کینوس بورڈ کے سامنے حقّے کے کش لگاتے ہوئے کسی خیال میں بے خیال تھے۔

انگریز فکر مند ہوئے کہ استاد جی تصویر کیوں نہیں بناتے۔ اتنے میں استاد جی کرسی سے اٹھے اور ٹرانس میں کینوس پر چند اسٹروکس لگائے پھر بنیادی ڈرائنگ کے بغیر رنگ بھرنے لگے۔ کچھ دیر میں تصویر مکمل ہوگئی۔ برش اور رنگ ایک طرف رکھ کر بے نیازی سے بولے،

لو جی ___ بن گئی جے!

یعنی تصویر مکمل ہوگئی ہے۔

تصویر میں پس منظر جنگل کا تھا جس میں ایک بوڑھا آدمی لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ اس نے بچے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور بچے کے ہاتھ میں پیالہ نما برتن تھا۔

انگریز ان کی مہارت پر حیران تھے۔

ایک مرتبہ استاد اللہ بخش کینوس کے سامنے سوچ بچار میں گم تھے۔ بیگم مسلسل کہہ رہی تھیں کہ لکڑیاں ختم ہوگئی ہیں اور کھانا نہیں پک سکتا، سوکھی لکڑیوں کا بندوبست کرو۔ استاد جی جس خیال میں مگن تھے، اس میں گم رہے۔

بیگم غصے میں آگئیں اور بے نقط سنائیں۔ جو نہیں کہنا چاہئے تھا، وہ کہا۔ استاد جی اچانک اٹھے اور کینوس پر کچھ بنانے لگ گئے۔ جب تصویر ظاہر ہوئی تو تاحدِّ نظر سوکھا جنگل تھا اور درخت پتّوں سے خالی تھے۔ بیگم سے بولے،

"لے بھلئے لوکے، سارا سال اینہاں نوں بال"

یعنی اے نیک بخت! یہ لو ___ تمہیں سارا سال ایندھن جلانے کے لئے لکڑیاں مل گئی ہیں۔

استاد اللہ بخش کے فن پاروں میں گہرائی ہے۔

ایک سات سالہ بچہ والد کے ہمراہ لاہور کے عجائب گھر کی سیر کو گیا۔ نوادرات دیکھ کر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا لیکن وہاں استاد جی کا ایک نادرِ روزگار فن پارہ "طلسم ہوش ربا" آویزاں تھا جسے دیکھ کر بچہ مبہوت رہ گیا اور فن پارہ اس کے ذہن میں نقش ہوگیا۔

اللہ نے بچے کو مصوری کی تعلیم حاصل کرنے

کے لئے وسائل عطا کئے۔ اس نے دنیا بھر کے سینکڑوں مصوروں کے کام کا مطالعہ کیا لیکن "طلسم ہوش ربا" جیسا اثر کسی میں نہیں پایا۔

یہ فن پارہ آج بھی لاہور کے عجائب گھر کی زینت ہے لیکن افسوس کہ خیال نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے خدوخال مبہم ہو چکے ہیں۔

قارئین کرام! استاد اللہ بخش کے کام کرنے کا غیر معمولی انداز کیا کہتا ہے—؟

محترم عظیمی صاحب نے شے کے غیب ظاہر اور ظاہر غیب ہونے کا میکانزم بیان کیا ہے جس میں مصوری کا قانون بھی پنہاں ہے۔ اس کے نکات درج ذیل ہیں۔ وہ فرماتے ہیں،

۱۔ اطلاع کے نزول سے دماغ کے اوپر ہونے والا ہلکا سا دباؤ واہمہ کہلاتا ہے۔ شعور اس کی گرفت نہیں کر سکتا۔

۲۔ جب یہی دباؤ ذرا زیادہ ہوتا ہے تو حواس میں ہلکا سا ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور اس کے ہلکے ارتعاش میں ذہن کے اوپر لہروں سے بنی ہوئی تصویر کا بہت ہلکا سا خاکہ حواس کے اندر داخل ہوتا ہے۔ اس کیفیت کا نام خیال ہے۔

۳۔ روشنی کا نزول گہرا ہوتا ہے تو دماغ کے اوپر نقش و نگار واضح ہو جاتے ہیں۔ کسی چیز کا خاکہ جب نمایاں ہوتا ہے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے اور ذہن میں یہ بات آنے لگتی ہے کہ فلاں چیز کے بارے میں خیال آرہا ہے۔ اس کیفیت کا نام تصور ہے۔

۴۔ جب تصور میں گہرائی ہوتی ہے تو احساس بن جاتا ہے— احساس کے اندر رنگینی واقع ہوتی ہے تو وہ کیفیت جس کو ہم نے واہمہ، خیال، تصور اور احساس کہا ہے، اپنے پورے خدوخال کے ساتھ مظہر بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

دنیاوی علوم کی طرزوں میں ہم ماورائی لہروں یا لکیروں کو ڈرائنگ سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شے لہروں سے بنی ہے۔ لہروں میں بہاؤ ہے یعنی جن لہروں سے اللہ نے کائنات کی ہر شے کی شکل و صورت اور ہر نوع کی ماں کے بطن میں بچے کی تصویر بنائی، ان لہروں میں حرکت ہے اور ان کی رفتار کا اندازہ مادی علوم سے ممکن نہیں۔ مصور اگرچہ لہروں اور ان کے طرز عمل سے آشنا نہیں مگر تصویر بنانے کے جس طریقے کو بہترین قرار دیا گیا ہے، وہ لاشعور کے نقش کو شعور میں منتقل کرنا ہے۔

طارق حمید

پانی کی موٹر

سماوات و ارض پر تفکر کرتا ہوں تو تصور میں روشن کرنوں کا تانا بانا بنتا ہے اور نور سے معمور آیت حافظے کی سطح پر روشن ہوتی ہے۔

"اللہ سماوات اور ارض کا نور ہے۔"

(النور: ۳۵)

سماوات اور ارض کیا ہیں—؟

یہ نور میں پنہاں مقداروں کا مظاہرہ ہیں اور مظاہرہ اطلاعات کی دو سطح کی صورت میں ہے جنہیں ہم زمان و مکاں کے نام سے جانتے ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ مظاہرہ کسی بھی دماغ یا ذہن میں اطلاع کی صورت میں منعکس ہوتا ہے اور اطلاع خود کو تصاویر میں ظاہر کرتی ہے۔

تصویر کیا ہے—؟

تصویر خدوخال ہیں جن کا ادراک حواس کی مدد سے کیا جاتا ہے۔ سماعت کام کرتی ہے تو اطلاع کی آہٹ محسوس ہوتی ہے۔ بصارت کام کرتی ہے تو آہٹ کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ کون آیا ہے۔ فہم سمجھنے کی کوشش کرتی ہے اور تصور—تصویر کے عکس کو احساس میں داخل کر دیتا ہے جس کے بعد مظاہرہ ہوتا ہے۔

تصویر ایک ہوتی ہے مگر دیکھنے والے ذہن مختلف ہوتے ہیں۔ اگر ذہن میں فکشن ہے تو تصویر کے اوپر پردہ آجاتا ہے اور ہم فکشن ذہن کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ مثال دن کی روشنی میں سیاہ یا نیلے چشمے کی ہے۔ اگر ذہن مایا سوچ سے خالی ہے تو پھر دیکھنے والا تصویر کے دیکھنے کو دیکھتا ہے—تصویر میں جو کچھ ہے، اسے دیکھتا ہے۔

آدمی ہو یا انسان، دونوں طرز فکر کے مطابق دیکھتے ہیں۔ ایک طرز فکر حقیقی ہے اور دوسری فکشن ہے۔

زمان و مکاں حرکت سے وجود میں آتے ہیں اور حرکت کے دو رخ ہیں۔ اکہری حرکت جس سے ایک سمت میں سفر کرنے والی لہر ظاہر ہوتی ہے۔ جب اس میں دہری حرکت کا اضافہ ہوتا ہے تو یہ دو سمتوں میں سفر کرنے کی صلاحیت

کا مظاہرہ ہے۔

ایک سمت میں حرکت سے کیا مراد ہے؟

جب آدمی اندر میں صلاحیت سے واقف ہوتا ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ خود کو ایک سمت میں بڑھا سکتا ہے یعنی جتنا چاہے، لمبا ہو سکتا ہے لیکن پھیل نہیں سکتا جیسے جنات اور ان کی دنیا۔

دو سمت میں حرکت کیا ہے؟

جب اندر میں صلاحیتوں سے واقف فرد کی طول و عرض دونوں سمتوں میں یکساں رسائی ہوتی ہے تو وہ اللہ کے عطا کردہ علوم کے تحت زیتون کے تیل کی لَو کی طرح ہر سمت میں بیک وقت خود کو ظاہر کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے دائیں بائیں اور اوپر نیچے کی پابندی نہیں۔

"اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔" (النور: ۳۵)

لَو ہر سمت اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ دیکھ کر مخصوص سمت کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی۔

حرکت کو پڑھنے کا ایک طریقہ محوری اور طولانی گردش ہے ــــ محوری حرکت بندے کو چشمۂ حیات سے منسلک رکھتی ہے جس کی بنا پر توانائی ملتی ہے اور بندہ حرکت میں رہتا ہے۔ طولانی حرکت حیات کے چشمے سے دور کرتی ہے مگر کوئی کتنا دور کیوں نہ ہو، لوٹ کر اس مقام پر آتا ہے جہاں سے سفر کا آغاز ہوا۔ ظاہر ہوتا ہے کہ طولانی حرکت پر محوری حرکت غالب ہے۔

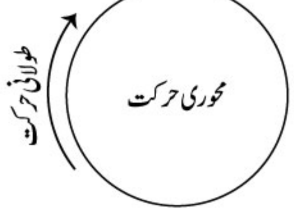

پانی کی موٹر چلتی ہے تو پہیّہ گھومتا ہے یعنی توانائی دائرے میں گردش کرتی ہے۔ یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ محوری حرکت کی وجہ سے توانائی مسلسل ری سائیکل ہوتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے پہیّے کی دائروی حرکت رک جائے تو پانی کی موٹر رک جاتی ہے۔

اگرچہ طولانی حرکت سے طول یا سیدھ میں ہونے کا تاثر پیدا ہوتا ہے مگر غور سے دیکھیں تو یہ ترچھے رخ میں آگے بڑھتی ہے اور اس مقام کی طرف لوٹ جاتی ہے جہاں سے آئی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ کسی حرکت کو طولانی سمجھنا مفروضہ ہے۔

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry
Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry
Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics
Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry
Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry
Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery
Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry
Space Maintainers, Steel Crowns

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

آج کی بات

خواجہ شمس الدین عظیمی

ملنے کا پتہ :
عظیمی یونیورسٹی پریس®
رابطہ نمبر : +92-213-6417843

خواجہ شمس الدین عظیمی

پیراسائیکالوجی

پیراسائیکالوجی کے تحت دیئے گئے علاج کے لئے اجازت ضروری ہے۔ کوئی صاحب یا صاحبہ اجازت کے بغیر علاج نہ کریں۔ (ادارہ)

سرخ گلاب

رونق جہاں (سرگودھا) : میرا نام رونق ہے لیکن چہرہ بے رونق ہے۔ پتہ نہیں کیا سوچ کر اماں ابا نے یہ نام رکھا جو میری تضحیک بن گیا ہے۔ مجھ میں کشش نہیں۔ آنے والے رشتوں میں پیش رفت نہیں ہوتی۔ ناک نقشہ اچھا ہے مگر آنکھیں بے رونق ہیں اور چہرے پر یاسیت پھیلی ہوئی ہے۔ بات صرف رشتے تک محدود نہیں، خاندان اور کالج میں بھی اہمیت نہیں دی جاتی۔ سب خوب صورت اور پُرکشش لوگوں سے میل جول رکھنا چاہتے ہیں۔ مسترد کئے جانے کے احساس نے مجھے معاشرتی اور نفسیاتی لحاظ سے بہت متاثر کیا ہے۔ میں نے خود کو مکمل طور پر تعلیم کے حصول میں مشغول کرلیا ہے لیکن میں اندر سے تنہا ہوں۔

جواب: صبح سویرے بیدار ہو کر وضو کیجئے۔ سردی ہو تو ہاتھ اور چہرہ نیلے رنگ کے تولئے سے خشک کر کے شمال رخ بیٹھ کر آنکھیں بند کر لیجئے۔ بہت ملائم کپڑا یا شیفون کا دوپٹا آنکھوں پر اس طرح باندھ لیجئے کہ پپوٹوں پر ہلکا دباؤ رہے۔ اب درود خضری پڑھتے پڑھتے یہ تصور کیجئے،

"میں ایک باغ میں ہوں جہاں ہر طرف گلاب کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔"

انشاءاللہ — جب چند ہفتوں میں تصور قائم ہو جائے تو گہرے لمبے سانس لیجئے، بھینی بھینی خوش بو آئے گی اور کمرا مہک جائے گا۔ خوش بو اتنی تیز ہوگی کہ گھر میں دوسرے افراد بھی حواس میں لطافت محسوس کریں گے۔ خوش بو قائم ہونے کے بعد یہ تصور کیجئے،

"میں سرخ رنگ کا گلاب ہوں اور گلاب کے چاروں طرف مرکری روشنی ہے۔"

چار سے پانچ ہفتوں میں جب آپ مرکری

روشنی سے مانوس ہو جائیں گی تو یہ روشنی ایک حسین روپ میں ظاہر ہو گی۔ آپ اس سے پوچھئے کہ مجھے پُرکشش اور خوب صورت ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ جو کچھ وہ بتائے، اس پر عمل کرنے سے آپ دنیا کے پُرکشش اور انتہائی خوب صورت لوگوں میں شمار ہوں گی۔ اس راز سے واقف لوگوں میں جاذبیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ہر شخص ان سے دوستی کرنا چاہتا ہے۔

مور کے پر

عبدالرافع (لاہور): چھوٹی بہن ایک مرتبہ رات کو چھت پر گئی تو اندھیرے میں کسی کو ٹہلتے ہوئے دیکھ کر ڈر گئی اور آسیب سمجھ کر بے ہوش ہو گئی— جسے ٹہلتے ہوئے دیکھا، وہ بڑی بہن تھیں۔ ہوش میں آنے کے بعد چھوٹی بہن کو بتایا کہ چھت پر آسیب نہیں باجی تھیں لیکن وہ کہتی ہے کہ ہم اسے بہلانے کے لئے ایسا کہہ رہے ہیں کیوں کہ باجی رات کو چھت پر جانے سے گریز کرتی ہیں۔ بہن انتہائی خوف اور وہم میں مبتلا ہو گئی ہے۔ سر اور پیٹ میں درد کی شکایت کرتی ہے۔ رات کو ہلکی آہٹ پر چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ صرف اس کمرے میں بیٹھتی ہے جہاں سب موجود ہوتے ہیں۔ بہن بھوت اور چڑیل کی کہانیوں کی وجہ سے پہلے بھی اندھیرے سے ڈرتی تھی۔ اب وہ بضد ہے کہ گھر تبدیل کیا جائے۔ ڈر ہے کہ وہ آسیب کے خوف سے ذہنی توازن نہ کھو بیٹھے۔

جواب: مور کے نقش و نگار سے مزین بہت سارے پر جمع کر کے ان پروں میں سے بڑی الگ کیجئے۔ جو پر رہ جائیں، ان سے لکھئے۔

"اللہ کے دوستوں کو خوف اور غم نہیں ہوتا"

طریقہ: کسی خوش نویس سے چکنے سفید کاغذ پر موٹے قلم سے لکھوایئے۔ خط واضح اور کھلا ہو تا کہ مور کے پر اس پر آسانی سے چپک جائیں۔ کاغذ کو سیاہ مخمل پر رکھ کر فریم کروالیجئے۔ بہن صبح، دوپہر، شام اور رات کو الارم لگا کر تین تین منٹ اس کو نظر جما کر دیکھے۔ بہن کے کھانے میں پھیکی اور میٹھی چیزوں کا استعمال بڑھا دیجئے۔ دو ہفتے تک کوئی نمکین اور کھٹی چیز نہ کھائے۔ رات کو دودھ میں تین کھجوریں بھگو کر صبح ناشتے میں دیجئے اور مغرب ہوتے ہی ایک چمچ خالص شہد کھلایئے۔ پریشانی دور ہو جائے گی، انشاءاللہ۔

سہ جہت

درّشہوار (خانپور): بیٹا آٹھ سال کا ہے۔ جب یہ پیدا ہوا تو پشت پر گردن سے نیچے ریڑھ کی

ہڈی پر گوشت کا چھوٹا ٹکڑا تھا جسے ڈاکٹروں نے بچے کے لئے خطرناک قرار دیا اور اس کے دماغ کا آپریشن کیا۔ آپریشن سے پہلے صحت اچھی تھی مگر بعد میں بول و براز کا مسئلہ ہو گیا۔ ڈاکٹروں نے خدشہ ظاہر کیا کہ شاید رگیں غلط جڑ گئی ہیں، وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بچہ اب آٹھ سال کا ہو گیا ہے، اس کے کپڑے ہر وقت گیلے رہتے ہیں۔ کمر سیدھی نہ ہونے کی وجہ سے بیٹھ سکتا ہے اور نہ ٹھیک سے لیٹ سکتا ہے۔ ہر طرح کا علاج کروالیا مگر کوئی فرق نہیں پڑا۔ ایک غلط آپریشن نے اسے مفلوج کر دیا ہے۔ بہت امید سے آپ کو خط لکھا ہے۔

جواب: بچے کے بستر یا پلنگ کے تینوں جانب تین آئینے آویزاں کیجئے کہ جب دائیں بائیں یا سامنے دیکھے تو اپنا چہرہ یا سراپا بآسانی نظر آئے۔ اسے بتاتے رہئے کہ وہ دائیں بائیں گردن گھما کر ارادی طور پر آئینہ دیکھا کرے۔ رات کو کمرے میں نیلے رنگ کا بلب روشن کیجئے۔ 90 دن علاج کرکے رپورٹ بھیجئے۔

علم

انس حفیظ (دوحہ): دو سال سے "ماہنامہ قلندر شعور" کا قاری ہوں اور پیراسائیکالوجی کا کالم شوق سے پڑھتا ہوں۔ یہ علم سیکھنے کی خواہش ہے۔ مجھے کیا کرنا ہوگا؟

ماہنامہ قلندر شعور مارچ 2023ء

پیراسائیکالوجی
(Parapsychology)

اماں کا نام : .... سائل کا نام: ....

تاریخ اور وقت پیدائش : .... تعلیم:.................. ازدواجی حیثیت:..................

جاگنے کا دورانیہ : .... سانس کا دورانیہ کتنے سیکنڈ ہے: ....

کھانا پیٹ بھر کے کھاتے ہیں یا بھوک رکھ کر:.................. نمک زیادہ پسند ہے یا مٹھاس:..................

خیالات میں حقیقت پسندی ہے یا الوژن : .... دستخط : ....

خط و کتابت کا پتہ : ....

.... رابطہ نمبر: ....

جواب: آپ دنیاوی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ اسکول میں داخلہ لیتے ہیں، صبح وقت پر اٹھتے ہیں، رات کو تیاری کر کے سوتے ہیں، کلاس میں بلاناغہ حاضر ہوتے ہیں، جو پڑھایا اور سمجھایا جاتا ہے، غور سے سنتے ہیں، سمجھتے ہیں اور کاپی میں نوٹ کرتے ہیں، پابندی سے ہوم ورک کرتے ہیں یعنی اسکول میں جو ہدایات ملتی ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں۔

پیراسائیکالوجی علم ہے جو تمام مادی و سائنسی علوم کی بنیاد (base) ہے۔ اس کو سیکھنے کے وہی تقاضے ہیں جو کسی دنیاوی علم کو سیکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

آنکھ

راشدہ پروین (وہاڑی): بیٹے کی عمر چار سال ہے۔ اسے آنکھ سے پانی بہنے اور آنکھ میں میل جمع ہونے کا پیدائشی مسئلہ ہے۔ سلائی پھیرنے والا آپریشن کروایا لیکن مسئلہ جوں کا توں رہا۔ ڈاکٹر سلائی والا آپریشن دوبارہ کروانے کا کہتے ہیں۔ کوئی علاج بتایئے کہ بیٹے کی آنکھ آپریشن کے بغیر ٹھیک ہو جائے۔

جواب: پرانے تجربہ کار آنکھوں کے ڈاکٹر (آئی اسپیشلسٹ) کو دکھایئے۔ وہ آنکھ دھونے کی دوا تجویز کریں گے۔

کسان نے کیا دیکھا—؟

چینی حکایت ہے کہ کسان کو پڑوسی کے بیٹے کی شرارتیں ناپسند تھیں۔ ایک روز اس کی کلہاڑی کھو گئی۔ بدگمانی پیدا ہوئی کہ یہ کام پڑوسی کے لڑکے کا ہے۔ لڑکے سے سامنا ہوا اور جسمانی حرکات و سکنات پڑھنے کی کوشش کی تو چہرے کے تاثرات اور چال ڈھال چوروں کی تھی۔ اندازِ گفتگو پر غور کیا تو اس میں بھی چور کی جھلک دکھائی دی کیوں کہ لڑکا آنکھ ملا کر بات نہیں کر رہا تھا اور کوشش میں تھا کہ کسی طرح وہاں سے ہٹ جائے۔ کسان نے یقین کر لیا کہ کلہاڑی لڑکے نے چرائی ہے۔

اگلی صبح کھیت میں ایک جگہ کلہاڑی پڑی مل گئی جسے دیکھ کر ہونٹوں کو چپ لگ گئی۔ تب سے کسان کو پڑوسی کے لڑکے کی حرکات و سکنات میں معصومیت نظر آنے لگی۔ ناپسندیدگی نے فریبِ نظر اور فریبِ نظر نے شک اور بدگمانی پیدا کی۔ بتایئے—کسان نے کس کے دیکھنے کو دیکھا؟

امّاں راشدہ عفت عظیمیؒ

چھتّیس سال پہلے کی تحریر

بھنورا... ایک بدصورت اور کالا سا بھنورا... اپنی جگہ سے اڑا اور حسن کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا۔ وہ اپنے خیال میں دنیا کا سب سے بدصورت جانور تھا۔ اسے حسن کی تلاش تھی، ایسا حسن جو کبھی ختم نہ ہو... جو لازوال ہو۔

اس تلاش میں وہ ایک لہلہاتے باغ میں داخل ہوا... باغ میں ہر جانب ہریالی تھی اور ان کے درمیان مختلف رنگ کے خوب صورت پھول کھلے ہوئے تھے۔ ان پھولوں پر رنگ رنگ کی تتلیاں اڑ رہی تھیں۔ باغ خوش بوؤں سے مہک رہا تھا۔ اتنا حسین نظارہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پھولوں کے گرد منڈلانے لگا۔ اس کی خوب صورتی سے دل لبھانے لگا۔ اس کے خیال میں اس جگہ لازوال حسن موجود تھا۔

وہ دن بھر پھولوں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ ان کی خوش بوؤں سے دل و دماغ معطر کرتا رہا۔ اس نے سوچا کہ میں بھی کتنا بے سمجھ ہوں، حسن کی تلاش میں کہاں کہاں مارا مارا پھرتا رہا جب کہ حسن تو باغ اور پھول میں موجود ہے۔ چاروں جانب اندھیرا پھیلنے لگا۔ سورج توانائی سمیٹتا ہوا مغرب کی جانب جھکنے لگا اور اس کے ساتھ ہی ہرے بھرے پتّے مرجھانے لگے، کچھ پھول ٹوٹ گئے، کچھ کملا گئے اور کچھ لوگوں نے توڑ لئے۔ وہی باغ جو دن میں حسین نظر آرہا تھا، رات کی سیاہی میں ویران ہوگیا۔ اندھیرا پھیلتے ہی خوب صورتی کے اس خزینے کا انجام برا ہوا۔

بھنورا پریشان ہوگیا۔ حسن کا یہ زوال اس سے دیکھا نہ گیا۔ اس نے آسمان کی جانب نظر اٹھائی۔ نیلے آسمان پر ستارے موتیوں کی مانند چمک رہے

تھے جیسے کسی دوشیزہ کے نیلے آنچل پر افشاں بکھیر دی گئی ہو۔ ان کے درمیان چودھویں رات کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ہر شے پر چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔

بھنورے کو یہ منظر سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ خوب صورت نظر آیا۔ وہ اس منظر سے لطف اندوز ہونے کی خاطر ہوا میں اڑا اور اڑتا رہا پھر یوں ہوا کہ چاند چھپ گیا اور ستارے ماند پڑ گئے۔ مشرق سے سورج نے جھانکا۔ سورج کی لاتعداد رنگین شعاعوں نے اس کا دل موہ لیا اور وہ بے تابانہ اس کی جانب بڑھا لیکن وہ جوں جوں آگے بڑھتا جا رہا تھا، قوسِ قزح کی رنگ بکھیرتی شعاعوں سے اس کے پر جھلسے چلے جا رہے تھے۔ وہ مایوسی سے زمین کی طرف پلٹا۔ حسن کا یہ انداز اسے پسند نہ آیا۔ آتشِ حسن اس کی برداشت سے باہر تھی۔

حسن کے یہ تمام انداز فانی تھے۔

لازوال حسن کہاں ملے گا—؟ وہ سوچ رہا تھا ایسا حسن جو نہ صرف لازوال ہو بلکہ جس سے اسے سکون اور اطمینان حاصل ہو سکے۔

وہ زمین کی طرف آیا۔ خیال تھا کہ انسانوں میں لازوال حسن ضرور مل جائے گا۔ انسان جو ساری مخلوق میں اشرف ہے، یقیناً لازوال حسن کا بھی مالک ہو گا۔

یہ سوچ کر وہ ایک گھر میں داخل ہوا۔ اس گھر میں حسین و جمیل دوشیزہ تھی۔ بھنورا حسن کے مجسمے کو دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ تھا۔ دوشیزہ کو اس کی بھنبھناہٹ بری لگی۔ اس نے ناگوار انداز سے اس کی جانب دیکھا۔

بھنورا اس کی تعریف کرتے ہوئے بولا، مجھے لازوال حسن کی تلاش تھی اور وہ مجھے تمہاری صورت میں مل گیا۔

دوشیزہ نے اس کی ناگوار آواز سن کر زور سے ہاتھ ہلایا جیسے اسے بھگانا چاہتی ہو۔

بھنورے نے لمبا چکر کاٹا اور دوشیزہ کے کان میں بولا، آنکھیں تو بڑی بڑی اور روشن ہیں۔

دوشیزہ نے اس کی جانب دیکھا اور بڑے دکھ سے بولی، پگلے! یہ تو دکھوں کی شدت سے پھٹ گئی ہیں اور ان میں جو چمک ہے، وہ آنسو ہیں۔

کیا دکھ ہے؟ بھنورے نے پوچھا۔

دکھ... دوشیزہ نے آہیں بھرتے ہوئے جواب دیا۔ منتظر ہوں کہ ایسا ساتھی مل جائے جو زندگی کی گاڑی ہنسی خوشی کھینچ سکے۔

بھنورے نے کہا، بہت حسین ہو لیکن ابھی تک ساتھی نہ ملا — کیا لوگ حسن کی قدر بھول گئے یا انہیں حسن کی پہچان نہ رہی؟

دونوں باتیں درست ہیں۔ اس نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ لوگ حسن سے زیادہ دولت کو پہچانتے ہیں۔ قدر حسن کی نہیں، حسن کے ساتھ دولت کے انبار کی کرتے ہیں۔

بھنورا کچھ نہ سمجھتے ہوئے دوبارہ بولا، چہرے پر سرخی کیوں ہے؟

دوشیزہ نے جواب دیا، زندگی بھر دل خدشات سے دھڑکتا رہا اور اب تو اس تیزی سے دھڑکتا ہے کہ چہرے پر سرخی چھا گئی ہے۔

بھنورا کچھ نہ سمجھا۔

ایک بار پھر تعریف کی، اف! یہ سیاہ گھنے بال کہ جب بکھر جائیں تو دن کو رات بنادیں۔

دوشیزہ یہ سن کر ہنسی اور خوب ہنسی۔ ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بولی، بے وقوف! ان بالوں کا اندھیرا تو میری تقدیر پر چھایا رہتا ہے۔ میری چمکتی ہوئی پیشانی بھی اس اندھیرے کو دور نہ کرسکی۔ میں سراپا دکھ ہی دکھ ہوں۔

تیرا حسن لازوال ہے پھر تو کیوں دکھوں کی ماری ہے؟ بھنورے نے پوچھا۔

یہ محض خیال ہے۔ دوشیزہ نے جواب دیا۔ حسن زیادہ دیر تک ساتھ نہیں دیتا، بڑھاپا سانپ بن کر اسے ڈس لیتا ہے اور پھر اس موذی کا ڈسا ہوا قبر میں ہی پہنچتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسانی حسن بھی فانی ہے۔ بھنورے نے اظہارِ تعجب کیا۔

اگر تجھے یقین نہیں تو میری ماں کو دیکھ لے۔ دوشیزہ نے تسلی آمیز لہجے میں جواب دیا۔ جوانی میں یہ بھی میری طرح حسین تھی۔

بھنورے نے غور سے دوشیزہ کی ماں کی طرف دیکھا، وہ دوسرے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ چہرے کی کھال لٹک چکی تھی اور جسم پر ادوار کے نقوش تھے۔ وہ خاموشی سے مکان سے نکل آیا۔

بھنورا حسن کی تلاش میں آبادیوں کو چھوڑ کر جنگل میں نکل آیا جہاں اونچے اونچے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ شاخوں سے پھل اور پھول لٹک رہے تھے۔ بھنورے کو یہ منظر پیارا لگا لیکن وہ جانتا تھا کہ جنگل کا یہ حسن وقتی ہے۔ اندھیرا پھیلتے ہی ویرانی ہی ویرانی ہوگی۔

وہ وسیع جنگل میں محوِ پرواز تھا کہ اچانک اسے ایک ندی نظر آئی جو ناگن کی طرح بل کھاتی

ہوئی جنگل سے گزر رہی تھی اور اس کے آنچل کا ایک سرا فلک بوس پہاڑ کی چوٹی تک چلا گیا تھا۔ ندی جنگل سے گزر رہی تھی اور اپنے دامن سے جنگل کے کناروں کو سیراب کر رہی تھی۔

یہ منظر بڑا دلفریب اور حسین تھا۔

بھنورا ندی کے اوپر اڑنے لگا۔

اس کے ساتھ ہی اسے دھچکا لگا کیوں کہ اس نے دن کے اجالے کو سب سے زیادہ حسین جان کر آنکھوں میں سمونے کی کوشش کی تو دن کے اجالے کو رات کے اندھیروں نے چھپالیا، پھولوں کی خوب صورتی سمیٹنا چاہی تو خزاؤں نے ڈس لیا۔ پھر اب جب وہ ندی کے ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا تو معلوم ہوا کہ ندی اپنی شخصیت کے ختم ہونے کا سوگ منا رہی ہے۔ وہ سمندر میں شامل نہ ہونے کی خواہش کے باوجود سمندر میں ڈوب جانے کا دکھ منا رہی تھی۔

دور ندی کے کنارے بھنورے کو جھونپڑی نظر آئی۔ بھنورا اس جھونپڑی میں پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک بوڑھی ماں جس کے سر پر چاندی کے تار سجے ہوئے ہیں، نیم وا آنکھوں سے کسی ایک نقطہ کو دیکھ رہی ہے۔

بھنورے کو یہ منظر بہت بھلا لگا۔

بوڑھی ماں سے گویا ہوا، تمہارا حسن زوال پذیر ہونے کے باوجود لازوال ہے۔ تم کون ہو؟ مجھے بھی حسنِ لازوال سے کچھ حصہ دے دو۔

بوڑھی ماں نے بھنورے سے کہا،

"میں قلندر شعور ہوں... تو بھی قلندر شعور ہے اور ساری کائنات قلندر شعور ہے۔"

بھنورے نے یہ بات سنی تو اس کے شعور میں ایک دریچہ کھلا اور خود اس کے اندر سے آواز سنائی دی... تو جو خود کو بدصورت سمجھتا ہے تو ہی سب سے زیادہ خوب صورت ہے... سب سے زیادہ حسین ہے۔ (بشکریہ: روحانی ڈائجسٹ)

قلندر شعور — آزاد طرز فکر اور غیر جانبدار زاویۂ نظر سے چیزوں کو سمجھنے والا شعور ہے۔ یہ کائنات میں اپنا شرف تلاش کرنے والے انسان پر منکشف کرتا ہے کہ وہ کہاں سے آتا ہے، کہاں چلا جاتا ہے، زندگی کی ایکویشن کیا ہے، دنیا کے اندر اور دنیا سے باہر کیا ہے اور یہ کہ انسان "سلطان" سے واقف ہو کر ہی آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتا ہے۔ سلطان — آزاد طرز فکر ہے۔ یہی سلطان — قلندر شعور ہے۔

گلِ نسرین

گلاب کا پھول + جامن

نام لیتے ہی آواز کے ساتھ ایک میکانزم ایکٹو ہوتا ہے جو نام سے منسوب یادداشت کو حافظے کی سطح پر ظاہر کرتا ہے۔وہ میکانزم کیا ہے؟

گلاب جامن ــــ پڑھ کر گلاب کا خیال آتا ہے اور نہ جامن کا بلکہ شیرے سے بھرپور گہرے چاکلیٹی رنگ کی گول شے کی تصویر بنتی ہے۔ گلاب پھولوں کا بادشاہ اور جامن پھل ہے۔ گلاب جامن کو ان دونوں سے ورثے میں کیا ملا، پڑھنے والے بتاسکیں تو نوازش ہوگی۔

اگر میں گلاب کہوں تو کِھلی ہوئی سرخ پتیوں کی تصویر بنتی ہے جن میں نہ جانے کس دیس اور بستی کی خوش بو ہوتی ہے۔ اور اگر میں جامن کہتی ہوں تو قمقموں سے کچھ ملتے جلتے مگر حجم میں نسبتاً چھوٹے پھل کا عکس بنتا ہے جس کے ذائقے میں مٹھاس کی آمیزش ہوتی ہے۔ لیکن گلاب جامن کہنے سے یہ دونوں چیزیں تصور میں دور دور تک نظر نہیں آتیں۔

یہ کون سا علم یا سائنس ہے ــــ؟

لفظ زبان سے ادا ہوتا ہے تو نام سن کر دماغ سمجھ لیتا ہے کہ کس شے کا ذکر ہورہا ہے۔ دماغ میں آناً فاناً تصویر بن جاتی ہے۔ قدرت کا بنایا ہوا یہ میکانزم ــ علم ہے۔

ایک دماغ ایسا بھی ہے جو تصویر کا خاکہ بنانے سے پہلے سوچتا ہے کہ گلاب جامن میں گلاب اور جامن کہاں ہیں؟ یہ کس دماغ کی بات ہے؟

شے، فرد اور جگہ کی شناخت نام سے ہوتی ہے۔ نام لیتے ہی دماغ کی اسکرین پر عکس نمودار ہوتا ہے جسے دیکھ کر پہچان کا تقاضا پورا ہوتا ہے۔نام صفات کے عکس کو ظاہر کرتا ہے۔ ہم قلم کہتے ہیں تو کہنے اور سننے والے کے ذہن میں "ق ل م" نہیں ہوتا، ایک تصویر ہوتی ہے جس کا نام فرد کی مقامی یا مادری زبان میں قلم ہے۔

بظاہر وہ قلم کہتا ہے مگر اس عمل سے ذہن میں موجود متعلقہ تصویر کی لہریں حرکت میں آتی ہیں اور دوسرے فرد کے ذہن میں فرد اور شے کی تصویریں بن جاتی ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ قلم کہنے سے قلم حاضر ہوتا ہے جب کہ قلم کہنا ایک قسم کا پردہ ہے۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ پردے کے پیچھے تصویر ہے جس کی لہریں دو ذہنوں سے ملتی ہیں اور ترتیب سے تصویر بنا دیتی ہیں۔

مادی دنیا میں ان لہروں کو حرکت میں لانے کا کام نام سے لیا جاتا ہے اور نام کا اظہار آواز کے ذریعے ہوتا ہے تاکہ لہروں کی زبان سے لاعلم افراد آپس میں آسانی سے بات چیت کر سکیں۔

برف سن کر ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔

سورج سے حدت محسوس ہوتی ہے۔

بارش کہتے ہی دماغ میں پھوار پڑتی ہے۔

نیک ہستیوں کا نام سنتے ہیں تو خدمت، محبت اور علم کا وصف ذہن میں آتا ہے۔

جس تخلیق کا ذکر ہوتا ہے، اس کی تصویر اپنے وصف کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔

تخلیق کیا ہے——؟

صفات کا مظاہرہ ہے۔

ایک نام کئی لوگوں کا ہوتا ہے۔ جب ہم انہیں فرداً فرداً پکارتے ہیں تو یہ ایک نام مختلف صفات کے ساتھ اندر میں اسکرین پر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر نام ہی سب کچھ ہے تو پھر ایک نام کے چار لوگوں کو پکارنے سے یکساں احساس کا مظاہرہ ہونا چاہئے مگر ایسا نہیں ہوتا۔

آپ گل نام کی چار خواتین کو جانتے ہیں۔

پہلی خاتون کو پکارتے ہی دماغ میں پھول کی شبیہ بنتی ہے۔ دوسری خاتون کے ذکر پر غصے کا تاثر غالب ہوتا ہے۔ تیسری کے بارے میں سوچنے سے اپنائیت کا خیال آتا ہے اور گل نامی چوتھی خاتون کو پکارنے سے اندر میں علم کی تصویر بنتی ہے۔ جب نام ایک ہے پھر تصویریں الگ الگ کیوں ہیں؟

نام لیتے ہی آواز کے ساتھ ایک میکانزم ایکٹو ہوتا ہے جو نام سے منسوب یادداشت کو حافظے کی سطح پر ظاہر کرتا ہے۔ وہ میکانزم کیا ہے؟

سرچ انجن گوگل تحقیق و تلاش کی دنیا میں ایک شخص کی نوعِ آدم کے لئے خدمت ہے۔

جب ہم گوگل پر کوئی معلومات تلاش کرتے ہیں تو مطلوبہ لفظ ٹائپ کرکے enter کا بٹن دباتے ہیں۔ سرچ انجن کے ریکارڈ میں اس لفظ سے متعلق معلومات اسکرین پر ظاہر ہوجاتی ہیں۔

ذہن گوگل سے ہزاروں گنا بڑا سرچ انجن ہے جو تصویر یعنی بصارت کے ساتھ دیگر حواس کو متحرک کردیتا ہے۔ لفظ کو دماغ میں ٹائپ نہیں کرنا پڑتا، بس ارادہ کیا جاتا ہے اور مطلوبہ شے کی تصویر اسکرین پر نمودار ہوجاتی ہے۔

کمپیوٹر کی اسکرین ہو یا دماغ کی، ہم شے کو دیکھتے ہیں مگر اسکرین جس پر معلومات ظاہر ہوتی ہیں، وہ نظروں سے اوجھل رہتی ہے کیوں کہ ہم اس کی جانب متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر دیکھنے کے زاویے میں معمولی تبدیلی کردی جائے اور ہم شے سے پہلے اسکرین کو دیکھیں تو مشاہدے میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔

صفات کے لئے نام کی حیثیت لباس کی ہے۔ کہتے ہیں کہ بچوں کے نام ایسے رکھیں جن کے معانی اچھے ہوں کیوں کہ جب ہم نام پکارتے ہیں تو نام کے ذریعے صفات کی تکرار ہوتی ہے اور اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

نام رکھنے والے کی صفات بھی بچے کو منتقل ہوتی ہیں اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ نام کسی نیک ہستی سے رکھوایا جائے۔

لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے نام کے برعکس ہوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ شخصیت کی تعمیر میں ماحول کی بہت اہمیت ہے۔ نام اچھا رکھ دیں مگر تربیت میں انسانی قدروں کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو نام کی صفات مظہر نہیں بنتیں۔ عمارت کی تعمیر میں ریت، بجری اور سریا وغیرہ مخصوص تناسب میں استعمال ہو تو عمارت مضبوط ہوتی ہے۔ اگر تناسب درست نہ ہو یا ناقص مواد استعمال کیا گیا ہو تو ایسی عمارت منتشر ہوجاتی ہے۔

دو افراد ملتے ہیں تو ایک دوسرے کا اثر قبول کرتے ہیں۔ ان میں ایک کی حیثیت حساس یعنی مغلوب کی ہوتی ہے۔ جس نے اثر قبول کیا، وہ اس سے مغلوب ہوجاتا ہے جس کا اثر قبول کیا ہے، اس شے کے خواص اندر دَور کرنے لگتے ہیں۔ کسی ویڈیو پر کلک کرتے ہی ریکارڈ موبائل فون کی ہسٹری میں محفوظ ہوجاتا ہے، اسی طرح کسی شخص سے مرعوب ہو کر ہم اس کے زیر اثر آجاتے ہیں۔ پریشان حال شخص کے بارے میں سوچنے سے غم کی لہریں گردش کرتی ہیں جب کہ

خوش مزاج فرد کے خیال سے مسرت پیدا ہوتی ہے۔ کسی کے بارے میں سوچنے کا مطلب ہے کہ ہم نے اس کے data کو ڈاؤن لوڈ کرنا شروع کر دیا ہے۔ خیال کے ساتھ جو کچھ اس فرد یا شے کے اندر ہے، وہ ہمارے اندر منتقل ہوتا ہے۔ کسی کے بارے میں سوچنے سے اس کی لہروں سے ربط قائم ہو جاتا ہے اور اس کی لطیف یا کثیف لہریں ہمارے اندر داخل ہو جاتی ہیں اس لئے ایسی ہستیوں کو اپنا آئیڈیل بنائیں جن کی طرز فکر Care of Allah ہے۔

فرد اچھی بری صفات کا مجموعہ ہے۔ کبھی اچھائی ظاہر کرتا ہے اور کبھی برائی کا ارتکاب کرتا ہے لہٰذا کسی فرد کے متغیر اثرات سے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اس سے براہِ راست ربط کے بجائے Care of Allah تعلق قائم کریں۔ پھر ہوتا یہ ہے کہ ہمارا مخاطب کوئی بھی ہو، ذہن میں پہلے اللہ کا خیال آتا ہے۔ یوں ہم ایسے فرد یا شے کی صفات سے متاثر نہیں ہوتے جو تغیر سے مرکب ہو۔ اس عمل سے اللہ کی صفات کا عکس ذہن میں نقش ہوتا ہے۔

احسن الخالقین اللہ کی ہر صفت میں "قدرت" اور "خالقیت" کا وصف ہے۔ زمین پر نائب کی حیثیت سے کیئر آف اللہ طرز فکر کے حامل خواتین و حضرات کو اللہ کے حکم سے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ ارادے سے کسی شے کو ظاہر کرسکتے ہیں۔ ایسے بندوں کے بارے میں حدیثِ قدسی ہے،

"میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے کان، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ذریعے سنتے ہیں، میرے ذریعے بولتے ہیں اور میرے ذریعے چیزیں پکڑتے ہیں۔"

مفہوم یہ ہے کہ جب یہ بندے کوئی بات سنتے ہیں تو اس بات کو سننے، دیکھنے اور بولنے سے پہلے ذہن میں اللہ کا خیال آتا ہے۔

<u>خلاصہ</u>: ہم شے کو نام سے پہچانتے ہیں جب کہ حقیقت خواص سے معلوم ہوتی ہے۔ شے یا فرد صفات کا مجموعہ ہے — نام رکھنا مادی دنیا کی ضرورت ہے ورنہ پہچاننے اور مخاطب کرنے کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ صفات کی پہچان کے لئے نام رکھا جاتا ہے۔

خود سے یہ سوال پوچھنا چاہئے کہ جب دنیا میں کسی فرد کا ہم شکل موجود نہیں پھر شناخت

کے لئے نام کا مسئلہ کیوں درپیش ہوتا ہے؟

نام رکھنے کی ایک وجہ دنیا کا نظام ہے جو تغیر کی بنیاد پر قائم ہے۔ پیدائش سے لے کر دنیا میں آخری روز تک فرد کی شکل و صورت اور آواز بدلتی ہے اور عمر کے ہر دور میں ان میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے۔ ایک سال کے بچے کو دس سال بعد دیکھنے والا شخص نہیں پہچانتا کہ یہ وہی بچہ ہے جسے دس سال پہلے دیکھا تھا۔ جب کوئی بچے کا نام پکارتا ہے تو برسوں بعد دیکھنے والا شخص چونک کر حیرت کا اظہار کرتا ہے کہ اچھا! یہ فلاں ہے، ماشاء اللہ اتنا بڑا ہو گیا۔

ظاہری و باطنی صفات میں عموماً وقت گزرنے کے ساتھ کمی بیشی ہوتی ہے اور صورت و جسامت میں بھی نمایاں فرق آجاتا ہے لہٰذا پہچان کے لئے نام رکھا جاتا ہے۔

پھر نام کس کا ہوا—؟

اس کا جو مسلسل تغیر سے گزر رہا ہے؟

یا

اس کا جو پہلے دن سے موت تک اندر میں موجود ہے—؟

تشنہ لبی

اپنی طلب کا نام ڈبونے کیوں جائیں مے خانے تک
تشنہ لبی کا اک دریا ہے شیشے سے پیمانے تک

حسن و عشق کا سوزِ تعلق سمتوں کا پابند نہیں
اکثر تو خود شمع کا شعلہ بڑھ کے گیا پروانے تک

راہِ طلب کے پیچ و خم کا اندازہ آسان نہیں
اہلِ خرد کیا چیز ہیں رستہ بھول گئے دیوانے تک

ساقی کو یہ خوش فہمی تھی ہم تک موج نہ آئے گی
پیاس کا جب پیمانہ چھلکا ڈوب گئے مے خانے تک

مٹی سے جب پھول کھلائے کارِ جنوں کی محنت نے
شہر کچھ اس انداز سے پھیلے جا پہنچے ویرانے تک

زخمِ ہنر کا رنگ سلامت سب کو خبر ہو جائے گی
کتنے چہرے ہم نے تراشے ہاتھ قلم ہو جانے تک

اس غربت کی دھوپ میں شاعؔر اپنوں کا سایہ بھی نہ تھا
جس غربت کی دھوپ میں ہم کو یاد آئے بیگانے تک

اپنی طلب کا نام ڈبونے کیوں جائیں مے خانے تک
تشنہ لبی کا اک دریا ہے شیشے سے پیمانے تک

(کلام: شاعؔر لکھنوی)

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری

برائے خواتین

روحانی علوم کے متلاشی خواتین و حضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور ـــــ
روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طالبات و طلبہ کے لئے عظیمی صاحب
کی کُتب اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

فری ممبرشپ
فری مطالعہ

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی
نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

منیزہ اظہر

ٹین ہیا

چین کی تاریخ میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب خوب صورتی کے نام پر عورتوں کے پیر چھوٹے کرنے کا رواج تھا۔ چھوٹے پیر لڑکی اور کنبے کے لئے باعثِ فخر سمجھے جاتے تھے۔

تہذیبیں اور اقوام عروج و زوال سے گزرتی ہیں اور عروج زوال میں بدل کر عروج کے لئے سیڑھی بن جاتا ہے — اس جملے میں تہذیبوں اور ہر دور کی کہانی چھپی ہوئی ہے۔

تاریخی کتب اور حوالہ جات میں مادری نظام کا ذکر ملتا ہے۔ کسی نے مادری نظام کی موجودگی کی تردید کرکے اسے قیاس وفسانہ قرار دیا تو کسی نے تائید کرکے زمانۂ قبل از تاریخ سے منسوب کیا۔

مؤرخین نے زمین پر آدمی کی تاریخ کو ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ایک دور کو Gynocratic Age کا نام دیا ہے۔ ان کا اندازہ ہے کہ یہ دور تقریباً تین ہزار سال ق م تک رہا — اس دور میں مادرانہ نظام رائج تھا، پھر کوئی عظیم تبدیلی یا تباہی رونما ہوئی جس نے پدری نظام کو بیدار کیا۔

محقق کہتے ہیں کہ عورت سے مرد کو اقتدار کی منتقلی چند سالوں میں نہیں ہوئی بلکہ یہ صدیوں پر محیط عمل ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ بعض ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ زمین پر ابتدائی تہذیبوں میں دنیا بھر میں مادرانہ نظام رائج تھا۔

گم شدہ تہذیبوں کی تلاش میں ایک نام ٹین ہیا ملا۔ اس بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ یہ کسی زمانے میں چین کا نام تھا۔ چینی تہذیب دنیا کی قدیم تہذیبوں میں سے ہے۔ کہتے ہیں کہ شینگ اور ژو خاندان کے اقتدار سے پہلے یہاں کے قبائل میں مادری نظام رائج تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چین وہ سرزمین ہے جہاں سے مادری نظام کا آغاز ہوا۔

قدیم دور میں مادرانہ نظام کیا اور کیسا تھا، چین میں اس کی باقیات آج بھی موسو قبائل میں موجود

ہیں جہاں خانہ داری سے لے کر کھیتوں تک ہر کام عورت کے زیر انتظام ہے۔ عمر رسیدہ خاتون گھر یا خاندان کی سربراہ ہوتی ہے۔ تمام اختیارات اس کے پاس ہوتے ہیں۔ جب وہ انتظامی امور سنبھالنے کے قابل نہیں رہتی تو چابیاں گھر کی دوسری خاتون کو دے دیتی ہے — اختیارات اور وراثت اسے منتقل کر دیتی ہے۔

چین کے موسو قبائل میں لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اولاد ماں کے نام سے منسوب ہوتی ہے اور وراثت ماں سے منتقل ہوتی ہے۔ موسو خواتین جب چاہیں، دوسرے زوج کا انتخاب کر سکتی ہیں لیکن عموماً ایسا کرنے سے گریز کرتی ہیں اور زندگی ایک ساتھی کے ساتھ گزارنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ وہ رخصت ہو کر سسرال نہیں جاتیں، شوہر بیوی سے ملنے آتا ہے۔ مرد اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا ہے اور گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتا ہے۔ وہ بچے کی پیدائش پر گھر والوں کے ساتھ تحائف لے کر سسرال جاتا ہے۔ مختلف ادوار میں کوشش کی گئی کہ موسو قبائل مادری نظام ترک کر کے پدری نظام اپنالیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔

◆—◆◆◆—◆

مادرانہ نظام کے نقوش دعوت دیتے ہیں کہ دھرتی ماں کی پرتوں میں چھپے خوابیدہ ماضی کو تلاش کیا جائے۔ ماضی کی دستاویز بتاتی ہے کہ چین میں کم و بیش دو ہزار برس ق م میں ایک ترقی پذیر تمدن موجود تھا جس کی تشکیل میں نہ جانے کتنی صدیاں چھپی ہوئی تھیں۔ جب چین کا سورج اقوامِ عالم میں طلوع ہوا تو تاریخ میں یہ کانسی کے دور کے نام سے معروف ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ لگ بھگ دو ہزار ق م میں دریائے زرد کے کنارے چینی تہذیب کی ابتدا ہوئی۔ ان میں بین پاؤ اور یانگ شو قابلِ ذکر ہیں جو دریائے زرد کے کنارے پروان چڑھیں۔ دونوں میں مادری نظام کے آثار ملتے ہیں۔ اس دور کے آثارِ قدیمہ سے عورت کی برتری اور دیوی کی پرستش کا رواج ظاہر ہوتا ہے۔ لوگوں کا مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین تھا۔ وہ لاش کے ساتھ ضروریاتِ زندگی بھی رکھتے تھے۔ اس دور کے کچھ ایسے مقبرے دریافت ہوئے ہیں جن سے نشاندہی ہوتی ہے کہ یہ ان خواتین کے ہیں جن کا تعلق حکمران خاندان سے تھا۔

◆—◆◆◆—◆

پدری نظام کے غلبے میں دیگر معاشروں سے

روابط اور ثقافتی تبادلے نے اہم کردار ادا کیا۔ اس سوچ کو فروغ دیا گیا کہ عورت پہلے جنم میں مرد تھی لیکن گناہوں کی وجہ سے عورت بن گئی۔

قارئین! زوال کی ایک نشانی یہ ہے کہ فرد اندر میں صلاحیتوں سے منہ موڑلیتا ہے۔ عورت نے مفروضے پر یقین کرکے خود کو کم تر مخلوق سمجھ لیا۔ ایک چینی ادیبہ پان ہو پن لکھتی ہیں،

"انسانوں کی اقسام میں پست ترین مقام ہمارا (عورت) ہے۔ ہم انسانیت کا کمزور حصہ ہیں۔"

اُدَبا* کا شمار معاشرے کے پڑھے لکھے طبقے میں ہوتا ہے۔ جب ایک ادیب یہ سوچ قبول کرلے تو اندازہ لگایئے کہ اس معاشرے میں عام عورت کا ذہن کس قدر غلامانہ سوچ کے شکنجے میں ہوگا۔

یہ وہ سوچ تھی جس کی آبیاری کے لئے باقاعدہ رسمیں متعارف کی گئیں۔

قدیم چین کی ایک رسم میں پیدائش کے تیسرے روز بچی کو چارپائی کے نیچے لٹا دیا جاتا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ اسے خود کو پیچھے رکھ کر دوسروں کو اہمیت دینی ہے، صبر اور برداشت پیدا کرکے اپنے مقام کو یاد رکھنا ہے۔ لڑکی کو کھیلنے کے لئے مٹی کا ٹھیکرا دیا جاتا تھا تاکہ وہ ذہنی طور پر محنت اور کام کاج کے لئے تیار ہو۔

◆

اچھے برے رواج اور عقائد کورے ذہن میں نشوونما پاکر تناور درخت بن جاتے ہیں اور میٹھا کڑوا پھل دیتے ہیں۔

حکایت ہے کہ ایک صاحب نے سرکس میں ہاتھی جیسے عظیم الجثہ جانور کو پتلی رسّی سے بندھا ہوا دیکھا تو حیرت ہوئی کہ ہاتھی رسّی کے آگے کیسے بے بس ہوگیا۔ رسّی توڑنے کے لئے ایک جھٹکا کافی تھا۔ وجہ جاننے کے لئے فیل بان* سے رابطہ کیا۔ اس نے بتایا کہ سرکس کے ہاتھیوں کو بچپن سے رسّی سے باندھا جاتا ہے۔ یہ رسّی توڑنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب کامیابی نہیں ملتی تو رسّی کی پابندی قبول کرلیتے ہیں۔ دیکھنے والوں کو ہاتھی کے پاؤں پر رسّی کی گرفت نظر آتی ہے جب کہ رسّی کی اصل گرفت ہاتھی کے ذہن میں ہوتی ہے — دیو قامت ہونے کے بعد بھی یہ آزاد ہونے کی کوشش نہیں کرتے اور ماہ و سال کی غلامی کی وجہ سے فیل بان کا ذہن قبول کرلیتے ہیں۔

---

* اُدَبا (ادیب کی جمع) * فیل بان (ہاتھی کا رکھوالا، مہاوت)

پیر بندی کے لئے مخصوص جوتے

یہ حکایت عکاسی کرتی ہے کہ اگر ذہن غلامی قبول کرلے تو صلاحیتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔

چین کی تاریخ میں ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب خوب صورتی کے نام پر عورتوں کے پیر چھوٹے کرنے کا رواج تھا۔ اسے پیر بندی (Foot binding) کہا جاتا ہے۔ ایک رائے یہ ہے کہ اس کی ابتدا سونگ شاہی خاندان سے ہوئی جب کہ دوسری رائے کے مطابق اس رسم کو تانگ شاہی خاندان نے شروع کیا۔ پہلے پہل شاہی اور بااثر خاندانوں کی خواتین کے پاؤں چھوٹے کئے جاتے تھے۔ محنت کش اور نچلے طبقے کی خواتین کھیتوں میں کام کرنے کی وجہ سے اس رسم سے بچ جاتی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ پورا معاشرہ لپیٹ میں آ گیا۔ نتیجے میں خواتین کے لئے سہارے کے بغیر چلنا ناممکن ہو گیا اور محنت کش خواتین کی قلت ہو گئی۔ یہ دیکھ کر اس رسم کو بااثر خاندانوں تک محدود کر دیا گیا۔ غالباً اس کا ایک مقصد وراثت پر قابض ہو کر خواتین کو زیر تسلط رکھنا تھا۔

پیروں کو تین چار انچ تک محدود رکھنے کے لئے ہر وقت پٹیاں باندھی جاتی تھیں اور لوٹس* یا گولڈن لوٹس نامی مخصوص جوتے پہنائے جاتے تھے۔ پیر چھوٹے ہونے میں وقت لگتا تھا اس لئے بچپن سے لڑکی کے پیروں کو پٹیوں سے کس کر باندھ دیا جاتا۔ چھوٹے پیر لڑکی اور کنبے کے لئے باعثِ فخر سمجھے جاتے تھے۔

سات سینٹی میٹر (تقریباً 2.75 انچ) کے پیر کو "گولڈن للی*" یا "گولڈن لوٹس" کہتے تھے۔ سات سے نو سینٹی میٹر یعنی تین سے چار انچ پیر کو

* لوٹس (کنول کا پھول۔Lotus) * للی (سوسن۔Lily)

"سلور لوٹس" اور چار انچ سے بڑے پیر "آئرن لوٹس" کہلاتے تھے۔

◆—◇◈◇—◆

پیر چھوٹے کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ چار سے نو سال کی عمر میں بچیوں کے پاؤں موڑ کر باندھ دیئے جاتے تھے۔ سب سے پہلے ہڈی کو نرم کیا جاتا۔ اس کے لئے مختلف جڑی بوٹیاں گرم پانی میں ملا کر اس میں پیر بھگوئے جاتے، مالش کی جاتی پھر پٹیوں میں لپیٹ دیا جاتا۔ اگلے مرحلے میں پیر کی چار انگلیوں کو تلوے کی طرف موڑ کر پٹیاں باندھی جاتیں اور رفتہ رفتہ گرفت کو سخت کیا جاتا۔ تقریباً دو ماہ تک پیر پٹیوں میں جکڑے رہتے۔ انگلیوں کو اس حد تک موڑا جاتا کہ وہ ایڑی کو چھونے لگیں۔ اس طرح پاؤں کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی تھیں۔ پیر کا سائز بڑھنے سے روکنے کے لئے ضروری تھا کہ پیر کی ہڈیاں توڑ کر مضبوطی سے پٹیاں لپیٹ دی جاتیں۔ تین سے چار سال کے عرصے میں یہ عمل مکمل ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کچھ دیر کے لئے پٹیاں کھولی جاتی تھیں لیکن دن رات پٹی بندھی رہنے کی وجہ سے انفیکشن ہونا یا پیر کا سڑنا عام شکایت تھی۔ پیر چھوٹے ہو جاتے تو چلنے کے لئے "لوٹس شوز" پہنے جاتے تھے۔

شادی کے لئے لڑکی کا انتخاب چھوٹے پیر دیکھ کر کیا جاتا تھا۔ لڑکے کی ماں یا رشتہ کروانے والی عورتیں پیروں کا سائز دیکھنے لڑکی کے گھر جاتی تھیں یا پھر لڑکی کے جوتے متعلقہ خاندان کو بھیجے جاتے۔ انتخاب ایسی لڑکی کا کیا جاتا جس کے پیر زیادہ چھوٹے ہوں۔ جوتوں کی آرائش پر خاص توجہ دی جاتی، ان پر کڑھائی کی جاتی اور نگینے جڑے جاتے تھے۔ یہ لڑکی کے سلیقے، صبر اور برداشت کے علاوہ اس کی صلاحیتوں کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ چھوٹے پیر اعلیٰ معاشی حیثیت کو ظاہر کرتے تھے۔ ایسی عورتیں خاندان والوں کی خدمت کرتی تھیں، انہیں گھر سے باہر جا کر کام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

تاریخی کتب میں پیر چھوٹا کرنے کا یہ طریقہ پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔

◆—◇◈◇—◆

پیر بندی کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ اس کی شروعات شاہی رقاصاؤں سے ہوئی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ چھوٹے پیر رقص کو رومان پرور بنا دیتے تھے۔ امرا کی دیکھا دیکھی یہ رسم ہر طبقے میں پھیل گئی اور اسے لڑکیوں کی شادی کے لئے لازمی قرار دیا گیا۔ نتیجے میں ہر

لڑکی کو اس تکلیف سے گزرنا پڑتا تھا۔ بڑے گھر کی لڑکیاں بوقتِ ضرورت گھر سے باہر جانے کے لئے پالکی استعمال کرتی تھیں جب کہ غریب کسان لڑکیاں لکڑیوں کے سہارے چلتی تھیں اور وہ بھی مشکل سے۔ اس رسم کی وجہ سے اکثر لڑکیاں عمر بھر کے لئے معذور ہو جاتی تھیں۔

بنتِ آدم وحوّا معذوری کی چکی میں صدیوں پستی رہی۔ آج بھی ایسی خواتین موجود ہیں جن کے پیر بچپن میں چھوٹے کر دیئے گئے تھے۔

◈—◈◈◈—◈

چین میں پیر بندی کی رسم ختم کرنے کی بہت لوگوں نے کوشش کی مگر یہ اتنا آسان نہیں تھا۔

1833ء میں چینی فلاسفر Kang Youwei نے Anti foot binding society کی بنیاد رکھی اور اس رسم کے خاتمے کے لئے پہلا قدم اپنے گھر سے لیا۔ بیٹیوں سے کہا کہ ان پر کوئی پابندی نہیں، وہ اپنے پیروں کو اس تکلیف دہ اور فرسودہ رسم سے آزاد کر دیں۔

یہ پیر بندی کی رسم کو ختم کرنے کے لئے انفرادی طور پر کی گئی پہلی باضابطہ کوشش تھی۔

دیے سے دیا جلا۔

1902ء میں ملکہ Dowager Cixi نے

> ملک چین انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مواصلاتی نظام میں دنیا کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ ایک معروف بین الاقوامی تحقیقی ادارے کے مطابق چین میں ریلوے نظام اتنا وسیع ہے کہ اگر اس کی تمام ریلوے لائنوں کو یکجا کیا جائے تو یہ معلوم دنیا کے گرد دو مرتبہ حلقہ بنا سکتی ہیں۔

اس رسم کے خاتمے کے لئے حکم نامہ جاری کیا مگر وہ زیادہ دیر مزاحمت کا سامنا نہ کر سکی۔ چوں کہ رسم و رواج کی قید سے آزادی کسی دور میں آسان نہیں رہی ـــ حکم نامہ منسوخ کرنا پڑا۔ بالآخر چین میں کمیونسٹ انقلاب کے بعد پیر بندی کی رسم ختم کرکے اس پر سرکاری طور پر پابندی عائد کر دی گئی۔

جب کوئی نئی سوچ معاشرے میں متعارف کی جاتی ہے جو وہاں کی رسم و رواج یا اقدار کے منافی ہو تو عموماً اسے کسی ایسی چیز سے جوڑ دیا جاتا ہے جس کی لوگوں کے ذہنوں میں قبولیت ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مردوں نے ہوشیاری سے پیر بندی کی رسم کو "خوب صورتی" سے جوڑ دیا۔ بعض موٴرخین کے بقول یہ ستم اس لئے کیا جاتا تھا کہ عورت بھاگ کر کہیں چلی نہ جائے۔

◈—◈◈◈—◈

عرفانہ شہزاد

سنا کِس نے

جس روز میں بیعت ہوئی، خود کو مبارک باد پر مبارک باد دے رہی تھی۔ میرے بعد جس شخص نے مجھے مبارک باد دی — وہ مرحوم نانا تھے۔ انہوں نے خواب میں مبارک باد دی۔

ہر نوع معین مقداروں کے مطابق زمان و مکان میں ظاہر ہوتی ہے۔ زمان وقت ہے اور مکان وقت کا مظاہرہ ہے۔ ہر تخلیق زمان و مکان کی حد میں ہے — ہاتھی کی عمر اس کے جسم کی مناسبت سے ہے اور آدمی کی زندگی کا دورانیہ مقداروں کے مطابق ہے۔

زندگی وقت ہے جو حواس کے ذریعے ہم پر آشکار ہوتی ہے۔ حواس کی تقسیم سے ظاہری دنیا کا نظام رواں ہے اور اسی کے سبب آدمی خود کو آزاد اور خود مختار سمجھتا ہے جب کہ وہ خود مختار نہیں۔ حواس کو الگ الگ سمجھنا ذہن کی کیفیت ہے ورنہ دماغ کو ملنے والی اطلاع ایک ہے جس میں سماعت و بصارت اور گویائی یکجا ہوتی ہے۔ ان کو ایک نہ سمجھنے کی وجہ سے قوتِ ارادی اور صلاحیتیں متاثر ہوتی ہیں اور آدمی اپنی کوتاہیوں کا ذمہ دار دوسروں کو ٹھہراتا ہے۔ ناکامی ہونے پر کہتا ہے کہ "وقت نے وفا نہیں کی۔" جب کہ خاتم النبیین رسول اللہؐ کا ارشاد گرامی ہے،

لی مع اللہ وقت

اللہ نے وقت کو خود سے منسوب کر کے اس کی اہمیت بیان فرمائی ہے اور آخری آسمانی کتاب قرآن کریم میں وقت کی قسم کھائی ہے۔

"قسم ہے عصر کی۔ بے شک انسان خسارے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"
(العصر: ۱۔۳)

وقت اللہ کی تخلیق ہے۔ وقت دیکھتا ہے، سنتا ہے، محسوس کرتا ہے، بولتا ہے، مخلوقات کے

اعمال ریکارڈ کرتا ہے، ظاہر کرتا ہے، چھپاتا ہے اور ہر عمل میں غیر جانب دار ہے۔

اللہ کے دوست وقت سے واقف ہو کر ہر کام Care of Allah کرتے ہیں۔ جب لوگ ان کی ناقدری کرتے ہیں تو ایسی بستیوں سے اللہ کے دوستوں کا گزر بہت دیر بعد ہوتا ہے اور — ایسا ہونے سے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت بستی میں انتشار اور پریشانی کا دَور ہو جاتا ہے۔

وقت کی تقسیم کو شعور کہتے ہیں۔ جس زون میں وقت تقسیم نہیں ہوتا، وہ لاشعور ہے اور لاشعور میں ازل سے ابد تک کی اسپیس ایک ہے۔ شعور کی طرح لاشعور کے بھی مدارج ہیں۔ ارشاد ہے،

"رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"
(المزمل: ۲-۴)

ابتدائی جماعتوں میں سنا تھا کہ گھڑی سب سے پہلے ملک روم میں ایجاد ہوئی اور یہ کھانے کا صحیح وقت بتاتی تھی۔ میں نے یقین کر لیا۔ ایک روز محسوس ہوا کہ میرے اندر بڑا گھڑیال نصب ہے جو سونے کا وقت، جاگنے کا وقت، کھانے کا وقت، بولنے کا وقت، خاموش رہنے کا وقت، ہنسنے کا وقت غرض صبح سے رات تک جس کام کا وقت ہوتا ہے، گھنٹی بجا دیتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ موت کا وقت دستک دیئے بغیر آتا ہے۔ دراصل دنیا میں مگن لوگ موت سے غافل ہوتے ہیں لہٰذا اس کی تیاری اور آہٹ کو محسوس نہیں کرتے۔

خواب دیکھا کہ جس روز نفسیات کے مضمون کا پرچہ ہوگا، میرے عزیز القدر نانا اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔

ٹھیک اسی روز ان کا انتقال ہوا۔

خواب یاد آیا اور میں نے سوچا کہ اندر میں گھڑی کو نانا کے جانے کا صحیح وقت کس نے بتایا؟ نانا رقیق القلب تھے۔ قرآن کی تلاوت کرتے تو ہچکیاں بندھ جاتیں — اللہ رسولؐ سے محبت کرنے والے تھے۔ اکثر یہ شعر پڑھتے تھے،

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا

نانا کی میت سامنے رکھی تھی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ انتقال کرنے والے کسی شخص کا چہرہ دیکھا۔ معصوم چہرے پر گہری مسکراہٹ کی چھاپ دیکھ کر میں روتے روتے مسکرا دی۔

جس روز بیعت ہوئی— خود کو مبارک باد پر مبارک باد دے رہی تھی۔ میرے بعد جس شخص نے مجھے مبارک باد دی— وہ مرحوم نانا تھے۔ انہوں نے خواب میں مبارک باد دی۔

حیرت تھی کہ انہیں خبر کیسے ہوئی؟

ہر لمحے کا بھرپور اور مثبت استعمال وقت کا احترام ہے۔ ایک سفر کے دوران دھند کی وجہ سے موٹروے کچھ وقت کے لئے بند کر دی گئی۔ قطار در قطار گاڑیاں دھند چھٹنے کی منتظر تھیں۔ انتظار کے دوران خیال آیا کہ وقت کی شاہراہ سیدھی ہے، خواہ کتنی دیر رکے رہیں، ایک روز آگے بڑھنا ہے۔ سفر میں ہوتا یہ ہے کہ جب ہم اپنے اندر متوجہ نہیں ہوتے تو باہر کی دنیا اثر انداز ہو جاتی ہے۔ مثلاً نظر راستے سے ہٹ کر دائیں بائیں متوجہ ہوتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ درخت پہ سانپ چڑھ رہا ہے، ایک طرف آگ جل رہی ہے، کسی کے چہرے پر کوفت ہے، کوئی گاڑی سے اتر کر یہاں وہاں چل پھر رہا ہے، اکثر لوگ باتوں میں وقت گزار دیتے ہیں۔ ہم سب ایک شاہراہ پر کھڑے ہو کر مختلف اسپیس میں داخل ہو جاتے ہیں جب کہ راستہ ایک ہے۔

میں پُرسکون اور غور و فکر میں مگن تھی جس سے وقت کے ٹھہرنے اور گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ بعض لوگ گاڑیوں سے نکل آئے تھے اور ہیجانی کیفیت میں مبتلا دکھائی دیئے۔ بنیادی طور پر صورت حال ایک تھی مگر ہر گاڑی کے اندر وقت گزرنے کا احساس مختلف تھا۔ وقت نے سکھایا ہے کہ جو وقت پریشانی کے بجائے اندر باہر تفکر میں گزرتا ہے، وہی بہترین ہے۔

ذہن جب کسی خیال میں قید ہو جائے تو عمرِ عزیز کے لمحات ادبار بن جاتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں کہ ہم وقت نہیں گزارتے بلکہ وقت ہمیں گزارتا ہے۔ ایک روز راہ نما نے فرمایا،

"میں سوچتا ہوں کہ لوگ وقت بہت ضائع کرتے ہیں۔ وقت سواری ہے، چاہے رحمانی طرزوں میں گزار لو یا—؟ رحمانی طرزوں میں وقت سمٹ جاتا ہے۔"

وقت اللہ کی امانت ہے۔ ہر وقت مبارک ہے مگر شک میں مبتلا ہو کر ہم اسے کھو دیتے ہیں۔ آزمودہ نسخہ ہے کہ جب پریشانی، غم یا تکلیف محسوس ہو تو خوش بو لگائیے یا خوش بو سلگا کر بے فکر ہو جایئے اور دیکھئے کہ نتیجہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔

میں نے یہ سمجھا کہ روح کو خوش بو اور عطر بیز فضا پسند ہے۔ خوش بو جب خوش بو سے ملتی ہے تو حواس پر سکوت طاری ہو جاتا ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد جب نتیجہ ظاہر ہوتا ہے تو ذہن میں مخصوص خوش بو ماحول کو مہکا دیتی ہے اور تجربہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔

ایک صاحب اپنی کوتاہیوں کا اقرار کر کے معافی کے طلب گار ہوئے تو مہربان راہ نما نے کندھا تھپتھپاتے ہوئے فرمایا،

"بیٹا! ماضی کی غلطیوں کو یاد کر کے اپنا آنے والا وقت خراب نہیں کرتے۔ ان سے سبق سیکھو اور آگے بڑھو۔"

دراصل تکلیف دہ لمحات یاد کر کے ہم ایک ہی وقت کو بار بار دہراتے ہیں اور تکرار سے پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

راہ نما نے کسی صاحب سے فرمایا،

"ابھی تم جوان ہو۔ جو وقت ضائع کر دیا ہے، وہ دوڑ کر پورا کر لو۔"

لڑکپن کے دنوں میں شام ہوتے ہی مجھ پر انجانا خوف طاری ہو جاتا تھا۔ اکثر محسوس ہوتا کہ آج رات کچھ ہو گا اور میں ڈر جاؤں گی۔ میں امی سے لپٹ کر سو جاتی۔ رات آکر گزر جاتی۔ جب کچھ نہیں ہوا تو امی کو پریشان کرنا چھوڑ دیا۔

ایک رات دیکھا کہ بہت لمبی چھڑی تیزی سے چلتی ہوئی میرے قریب آئی اور مجھ پر جھکی، غصے سے میری مٹھیاں بند ہو گئیں۔ اچانک اندر میں گھڑی نے "لا الٰہ الا اللہ" کا ورد شروع کیا۔ چھڑی تیزی سے سیدھی ہوئی اور الٹے پاؤں بھاگ گئی۔ اس طرح خوف کو مات ہوئی۔ میں نے سیکھا کہ "لا الٰہ الا اللہ" پر صدقِ دل سے ایمان رکھنے والا خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔

خواب میں اطلاع ملی کہ ہماری ایک رشتہ دار جن کا انتقال ہو چکا ہے، ان کی اعراف (دوسری دنیا) میں شادی ہے۔ میں فوراً شرکت کے لئے پہنچی۔ دلہا دلہن سے ملاقات ہوئی۔ واپس آتے ہوئے دیکھا کہ بڑی بڑی دیگوں اور لگن میں پلاؤ تیار ہو رہا ہے اور نادیدہ ہاتھ بڑے بڑے کف گیر چلا رہے ہیں۔ میں قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ خیال آیا کہ سہیلیوں کا حصہ لے کر جانا چاہئے۔ یہ سوچتے ہی کھانے کے پیکٹ تیار ہو گئے جنہیں لے کر اڑتی ہوئی فرداً فرداً سہیلیوں کے گھر اتری اور کھانا رکھ کر اپنے گھر آگئی۔ جب میں نیند سے

بیدار ہوئی تو کمرے میں بہترین پلاؤ کی خوش بو پھیلی ہوئی تھی۔

غور کرنے سے بات یہ سمجھ میں آئی کہ روح کے بغیر خیال کی پرواز نہیں ہوتی۔۔۔ فضا میں عناصر مادی جسم پر اثر انداز ہوتے ہیں لیکن اندر میں لہروں کے لئے ہر رکاوٹ، رکاوٹ نہیں۔

کون جانے کہ جب اس دنیا میں دو منٹ گزرتے ہیں تو نیند کی دنیا میں کتنی مسافت طے ہو جاتی ہے۔ یہ بھی فکر طلب ہے کہ خواب میں ہم بعض اوقات کئی برس آگے کا وقت یا اپنا بڑھاپا بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن جاگنے کے بعد بال سفید نہیں ہوتے اور نہ جسم پر وقت گزرنے کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں جب کہ جاگنے کے بعد ہم اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ نیند کی دنیا میں وقت گزارنے والے ہم ہی تھے۔ ذہن اب اس کھوج میں ہے کہ کسی طرح نیند کی دنیا میں وقت کے پیمانوں سے واقف ہو جائے۔

کُن سے فیکون تک تمام زمانوں کا ریکارڈ اندر میں ہے۔ زمین پر نائب ہونے کی حیثیت سے انسان کا شرف یہ ہے کہ وہ وقت کی کسی بھی اسپیس میں آجاسکتا ہے۔

وقت سے واقف ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ ہم خود مختار نہیں ہیں۔ بار بار کے تجربات و مشاہدات سے جب یقین ہو جاتا ہے کہ ہم آزاد اور خود مختار نہیں ہیں تو خود سپردگی پیدا ہوتی ہے اور بندہ ہر شے میں اللہ کو محیط محسوس کرتا ہے۔

اللہ کو محیط محسوس کرنا لمحۂ حقیقی کا ادراک ہے جس سے "وقت" کو یکجا دیکھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیت بیدار ہوتی ہے۔

بار بار پڑھئے

بعض لوگوں کو سونے سے پہلے فکشن کہانیوں اور ایسی کتابوں کے مطالعے کی عادت ہوتی ہے جن میں مادی خیالات کی گردش زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرزِ عمل کا نقصان یہ ہے کہ ذہن ان کے نقوش قبول کرلیتا ہے اور نیند کے دوران ان کی بازگشت ہوتی ہے۔ ذہن کی اس عادت سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ سونے سے پہلے سیرتِ طیبہؐ کا مطالعہ کریں اور اس پر تفکر کرتے ہوئے سو جائیں تاکہ نیند کے دوران یقین پر مبنی پاکیزہ کیفیات ذہن میں دَور کرتی رہیں۔

برف کے نیچے درخت

درخت جب خشک ہوکر یا کسی وجہ سے گرتے ہیں یا طوفان کی شدت سے جڑ سے اکھڑتے ہیں تو سالوں زمین پر پڑے رہتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ ریزہ ریزہ ہوجاتے ہیں مگر غائب نہیں ہوتے، مٹی بن جاتے ہیں۔ جن علاقوں میں آتش فشانی لاوے بہتے ہیں، وہ درختوں کو بہالے جاتے ہیں یا ان کی راکھ میں درخت چھپ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ زلزلے سے جب زمین کھلتی ہے تو دیگر چیزوں کے ساتھ درخت بھی اندر چلے جاتے ہیں۔

جس مقام پر درخت زمین دوز ہوں، وہاں کھدائی کے دوران کوئلا ملتا ہے۔

زمین پر ایک مقام ایسا ہے جس کے بارے میں کسی کو گمان نہیں تھا کہ اس کے نیچے فوسل کی صورت میں درخت ملیں گے۔ ان درختوں کا ملنا نوعِ نباتات کے ساتھ ساتھ کرہ زمین کے مستقبل کے لئے اہم ہے۔ درختوں کے یہ فوسل قطب شمالی سے قریب ترین ملک گرین لینڈ میں برفانی سطح سے ڈیڑھ کلومیٹر نیچے پائے گئے۔

برفانی سطح کے نیچے ڈیڑھ کلومیٹر گہرائی میں درخت کی دریافت سے دو باتیں منکشف ہوتی ہیں۔

۱۔ برف کی وجہ سے دور دور تک سفید نظر آنے والے خطے گرین لینڈ میں پہلے سبزہ تھا۔

۲۔ اس مقام سے پہلے برف کہیں اور تھی اور یہاں کے بعد کہیں اور ہوگی۔

واضح رہے کہ برفانی علاقوں میں برف پگھل گئی تو دنیا کے تمام سمندروں میں پانی کی سطح اتنی بلند ہوجائے گی کہ خشک زمین کا ایک بڑا حصہ زیر آب آجائے گا۔ یہ سوال بھی ذہن میں آتا ہے کہ برف کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقلی کس طرح ہوتی ہے؟ یا برف منتقل نہیں ہوتی بلکہ زمین کی بیلٹ کی تبدیلی کے دوران گرم خطے برفانی علاقوں میں داخل ہوجاتے ہیں؟

■ قارئین! آپ کیا سمجھے؟

بی بی انورادھا

تین بلبل

میں نے سوچا کہ آدمی کسی شے کو تخلیق کرتے ہوئے اتنی تکلیف سے نہیں گزرتا جتنا اس شے کو اپنی دسترس میں رکھنے کی کوشش میں اسے تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ ہر شے مستقل چاہتا ہے جب کہ دنیا تغیر کے سوا کچھ نہیں!

باغ میں صبح کے منظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی کہ نظر بلبل پر پڑی جو ہر تھوڑی دیر بعد باغ میں آتی، سبز زمین سے کچھ اٹھاتی اور چلی جاتی۔ جاتے ہوئے سامنے دیوار میں غائب ہو جاتی جو بیلوں سے ڈھکی ہوئی تھی۔ بلبل کی تگ و دو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ گھونسلا بنا رہی ہے۔

میں نے بیلوں کے درمیان اس جگہ پر نگاہیں مرکوز کر دیں جہاں وہ داخل ہو کر غائب ہو جاتی تھی۔ سورج کی شعاعیں براہِ راست اس جگہ پڑ رہی تھیں۔ مجھے وہاں سرخ رنگ نظر آیا۔

تجسس بڑھ گیا کہ بیلوں کے پیچھے کیا ہے۔ میں خود کو روک نہ سکی اور انتظار کرنے لگی کہ بلبل جیسے ہی باغ سے باہر جائے گی، میں گھونسلے کو قریب سے دیکھ سکوں گی۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ بلبل گھر بنانے اور غذا کے انتظام میں مصروف تھی۔ وہ باغ سے نکلی تو میں تیزی سے بیل دار دیوار کے قریب آئی اور پتّے سرکا کر اندر جھانکا تو حیرت کی انتہا نہ رہی — چمک دار رنگین تاروں کے تانے بانے سے گھونسلا سجا ہوا تھا۔

پرندے نے کیا خوب صورت آشیانہ بنایا تھا! تنکوں اور گھاس کے درمیان سے گزرنے والے سرخ، گلابی اور نیلے رنگ کے تانے بانے نے متحیر کر دیا۔ رنگین ڈوریاں کہاں سے آئیں، میں نہیں جانتی البتہ بلبل کو دیدہ زیب اور روشن گھونسلا بنانا کس نے سکھایا—اس کا مجھے علم تھا۔

آہ بھرتے ہوئے سوچا کہ — ہم آدمی خود کو سیارے کی سب سے ذہین مخلوق سمجھتے ہیں، گھر

بنانے کے لئے انجینئروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ وہ انجینئر جو 14 سال کی ابتدائی تعلیم حاصل کرکے یونیورسٹی میں پانچ چھ سال مزید لگا کر تعمیرات کا علم سیکھتے ہیں۔ اس کے بعد بھی ایسا گھر نہیں بناتے جیسا بلبل اور دوسرے پرندے بناتے ہیں۔ پرندے تربیتی اداروں میں پڑھتے ہیں نہ انٹرن شپ حاصل کرتے ہیں۔ انڈے دینے کا وقت آتا ہے تو ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ گھونسلا بنانا ہے — یہ قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں سے استفادہ کرکے سردی گرمی اور دیگر ضروریات کو پیش نظر رکھ کر اپنے خاندان کے لئے دیدہ زیب آشیانہ بناتے ہیں۔

گلابی، نیلے، سرخ تار اور رنگین تاروں میں چمک گھونسلے کو روشن رکھنے کے لئے تھی۔ میرے خیال میں یہ بلبل کی جانب سے بچوں کے لئے لالٹین کا انتظام تھا۔ واللہ اعلم!

کاش! ہم بھی اندر میں صلاحیتوں پر انحصار کرتے۔ ہم میں سے بیشتر لوگ نہیں جانتے کہ ہمارے اندر کائنات کی ہر شے کی حکمت اور علم موجود ہے۔ ہم دنیا کو بیرونی سمجھتے ہیں اور اس ذہن سے جو نظر آتا ہے، اس پر انحصار کرتے ہیں اس لئے اندر میں سے توجہ ہٹ گئی ہے۔

کچھ دن بعد بلبل کا آنا جانا کم ہو گیا۔ خیال آیا کہ اس نے انڈے دے دیئے ہیں اس لئے نظر نہیں آرہی—ایسا ہی تھا۔ تین انڈے تھے جن پر قرمزی (maroon) اور خاکستری (beige) رنگ کے حسین نقش و نگار تھے۔ ایسی کاریگری پہلے نہیں دیکھی۔

دل نے بے اختیار قادرِ مطلق اللہ کی تعریف کی۔ بے شک! اللہ مخلوق سے بے مثال محبت کرتا ہے۔ خوردبینی اجسام سے ٹنوں وزنی وہیل تک ہر شے محبت کی تصویر ہے۔ اندرونی نقش و نگار، رنگوں کا امتزاج اور ہر مخلوق کی بناوٹ و ساخت عجوبہ ہے جس میں تفکر اور محاسبے کے لئے پرت در پرت راز اور معلومات ہیں۔

رمضان کا مہینہ آیا۔ موسم خوش گوار تھا۔ گھر والوں نے فیصلہ کیا کہ افطار باغ میں کیا جائے گا۔ کھانے کی میز بلبل کے گھونسلے سے قریب تھی۔ ہم افطار کے لئے بیٹھے تو اماں اور ابا بلبل نے اسے خطرے کی گھنٹی سمجھ کر باغ سر پر اٹھالیا۔ میں چیخ و پکار میں اضطراب برداشت نہ کر سکی۔ ان کو ڈر تھا کہ کہیں ہم ننھے بلبلوں کو نقصان نہ پہنچادیں۔

یہ میرے لئے لمحۂ فکریہ تھا کہ میرا تعلق اس نوع سے ہے جو اشرف المخلوقات ہے مگر میری موجودگی میں دوسری نوعیں خود کو غیر محفوظ سمجھتی ہیں۔ کیا میں خود کو مخلوقات میں اشرف کہہ سکتی ہوں ۔۔۔؟

بلبل اماں اور ابا کی بے قراری دیکھ کر دل پسیج گیا۔ معصوم پرندے کسی صلے کے بغیر بچوں کی نگہداشت کر رہے تھے جیسے یہ قدرت کی طرف سے ایک پراجیکٹ ہو جس کے وہ انچارج ہیں۔ احساس ہوا کہ ہم آدمیوں کو بچوں کی پرورش کا طریقہ پرندوں سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔

آدمی کوئی شے تخلیق کرتے ہوئے اتنی تکلیف سے نہیں گزرتا جتنا اس شے کو اپنی دسترس میں رکھنے کی کوشش میں اسے تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ ہر چیز مستقل چاہتا ہے جب کہ دنیا تغیر کے سوا کچھ نہیں!

میز کی جگہ تبدیل کی تو بلبل کا جوڑا گھونسلے میں چلا گیا۔ صبح جب وہ غذا کی تلاش میں نکلے تھے، میں گھونسلے کا جائزہ لے چکی تھی۔ بچے انڈوں سے باہر آچکے تھے۔ میری آہٹ سن کر وہ سمجھے کہ ماں بلبل آگئی ہے۔ بچوں نے چونچیں کھول لیں کہ اماں چوگا دیں گی۔

یہ دیکھ کر میرے اندر مامتا نے معصوم بلبلوں کے لئے بے تحاشا محبت محسوس کی۔ اس سے پہلے کہ ان کے اماں ابا آتے اور مجھے دیکھ کر احتجاج کرتے، میں وہاں سے ہٹ گئی اور دور بیٹھ کر گھونسلے کو نگاہوں کے حصار میں لے لیا۔

اگلے روز ہم افطار کے لئے باغ میں بیٹھے تو کمپاؤنڈ کی دیوار پر بلی کو ٹہلتے دیکھا۔ میں نے گھر والوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا تا کہ ہماری آواز گھونسلے تک نہ پہنچے اور بچے خاموش رہیں۔

پریشانی یہ تھی کہ اگر بلی کو بلبلوں کی خبر ہوگئی تو وہ حملہ کر دے گی۔ خود کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ گھونسلا بلی کی نظر سے دور اور محفوظ ہے۔ کچھ دیر بعد بلی چلی گئی اور ہم نے سکون کا سانس لیا۔

اگلی صبح باغ میں گئی تو دیوار اجاڑ، بیلیں گری ہوئیں اور تنکوں سے بنا آشیانہ زمین پر بکھرا ہوا تھا۔ بلبل کے بچے نہیں تھے اور ان کے اماں ابا نہ جانے کہاں تھے۔ دل جیسے کسی نے مٹھی میں بند کرلیا۔ میں رات کو اندر میٹھی نیند سو رہی تھی، باہر بلبل کے خاندان پر قیامت گزر چکی تھی۔ درد کی ٹیسیں اٹھیں اور ندامت محسوس ہوئی۔ میں نے خود کو قصوروار ٹھہرایا۔

چیخ چیخ کر رونا چاہتی تھی۔

مجھے گھونسلے کی حفاظت کرنی چاہئے تھی۔

میں نے بلی کے ہاتھوں بلبل کے آشیانے کو نقصان پہنچنے کے اندیشے کو کیوں نظر انداز کیا؟

کاش میں بچوں کو بچا سکتی!

آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اندر میں طوفان اُمڈ آیا۔

سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھے کس پر غصہ تھا؟

میں کس سے ناراض تھی؟

کیا میں بلی پر غصہ تھی یا بلبلوں کے اماں ابا پر کہ شور مچا کر ہمیں جگایا کیوں نہیں یا بچوں کی حفاظت نہ کرنے پر میں خود سے ناراض تھی؟

اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی کہ بلی کو بلبل کے گھونسلے کی خبر نہ ہو اور اس میں کسی حد تک کامیاب ہو گئی تھی لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ اس نے بلبلوں کی بو محسوس کرلی ہے۔ وہ ہماری موجودگی میں وہاں سے چلی گئی مگر ہمارے جانے کے بعد واپس آگئی۔

نہ جانے کتنا وقت غم میں گزر گیا۔

پھر کسی نے مجھے تسلی دینے کے لئے اندر میں سرگوشی کی — زندگی اور موت دونوں الوژن ہیں۔ یہ محض مقام کی منتقلی کے نام ہیں۔ زندگی اور موت کی حقیقت سے آگاہ لوگ موت پر آنسو نہیں بہاتے بلکہ وہ اسے وصال کہتے ہیں — خلق کا اصل سے وصال۔ وہ جانتے ہیں کہ موت لباس کی تبدیلی ہے جب کہ روح جس نے لباس پہنا ہوا ہے، وہ دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے۔ زندگی تو پانی کا بلبلا ہے۔ بلبلے سے لہریں بنتی ہیں اور پانی میں غائب ہو جاتی ہیں لیکن غائب نہیں ہوتیں، پانی سے وصال ہو جاتا ہے۔

قدرت نے اس منظر نامے کے ذریعے مجھے زندگی کے تقاضے اور نظام سمجھایا تھا۔

زندگی جہاں سے آتی ہے،

وہاں واپس چلی جاتی ہے۔

ایک دن کا بچہ جب دس دن کا ہوتا ہے تو اس پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دس دن عمر بڑھی یا گھٹی؟

بکھرے ہوئے تنکے اٹھاتے ہوئے سوچ رہی تھی کہ زندگی کا ایک بڑا سبق سیکھنے کے لئے کیا اس تکلیف دہ تجربے سے گزرنا ضروری تھا؟

دکھ کی لہریں تاحال غالب تھیں۔

دل نے پھر سرگوشی کی — ہر پرندہ آسمان پر اونچی اڑان کے لئے پیدا نہیں ہوتا۔ ان میں سے کچھ دوسروں کی غذا بننے کے لئے دنیا میں آتے ہیں اور جان کی قربانی دے کر ایثار کرتے ہیں۔ اللہ نے بلبل کے بچوں کو بلی کی غذا کے لئے پیدا کیا تھا اور اس کے لئے بلبل ماں باپ کے ذریعے ان کی پرورش کی۔ اماں اور ابا بلبل کی زندگی یہاں ختم نہیں ہوئی — اگرچہ ان پر پہاڑ جیسی قیامت گزری ہے مگر نظامِ کائنات کے تسلسل کے لئے وہ اپنے غم پر صبر کرکے جلد کہیں اور آشیانہ بنائیں گے۔

زندگی کیا ہے —؟ جسے ہم زندگی کہتے ہیں، وہ غیب و حاضر کے درمیان مختصر وقفہ ہے۔

میں نے بآوازِ بلند کہا،

"اے مہربان و رحیم اللہ! یہ نظام آپ نے بنایا ہے، آپ کے بنائے ہوئے نظام میں نقص نہیں۔ آپ نے ایک مخلوق کو دوسری مخلوق کے لئے غذا بنایا ہے اور اس نظام کے تحت زمین پر توازن قائم کیا ہے۔ یہ آنے جانے کا کیسا متحیر کردینے والا سفر ہے کہ ایک زندگی روشنی کی دنیا سے مادی دنیا میں آتی ہے، عین اس لمحے دوسری زندگی مادی دنیا سے واپس روشنی کی دنیا میں چلی جاتی ہے۔"

زمین سے بیلیں اٹھا کر دیوار کے سہارے لٹکایا پھر بلبلوں کی یادگار کے طور پر باقی ماندہ گھونسلے کو پتّوں کے درمیان رکھا کہ یہ اس بصیرت کی یاد دلائے گا جو اس میں عارضی طور پر آباد بلبل کے خاندان کے ذریعے مجھے حاصل ہوئی۔

گھونسلے میں سرخ، گلابی اور نیلے تار اب تک چمک رہے تھے لیکن — جن کے لئے یہ بنا تھا، وہ جاچکے تھے!

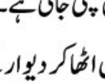

دنیا اسکرین ہے، اسکرین ایک ہے، کردار بدلتے رہتے ہیں۔ جو آج ہوا، وہ تاریخ میں پہلی مرتبہ نہیں ہوا اور نہ یہ سلسلہ یہاں رکے گا۔ کسی اور پرندے کا جوڑا آکر اس گھونسلے کو آباد کرے گا۔ ایک بار پھر اس میں انڈے ہوں گے، کچھ انڈوں سے بچے نکلیں گے اور باقی انڈے کسی کی غذا بنیں گے۔ کچھ بچے بڑے ہوکر اونچی پرواز کریں گے اور کچھ دوسری مخلوقات کے لئے خود کو ایثار کردیں گے۔

اس اثنا میں بیٹی کی آواز آئی۔ وہ کہہ رہی تھی کہ یہاں آکر دیکھیں، کیا ہو رہا ہے۔

میں تیزی سے اس کی طرف گئی۔

وہ تشویش سے بولی، یہ نیا درخت بنا ہے اور اس کے گرد درجنوں سنڈیاں جمع ہو گئی ہیں۔ اگر ہم نے سنڈیاں نہیں ہٹائیں تو یہ جڑوں کو نقصان پہنچائیں گی اور درخت کو کھوکھلا کر دیں گی۔ کیا ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں؟

میرے لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔

بیٹی سے کہا، دیکھتے ہیں کہ اس منظر میں اللہ کی کیا منشا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ درخت ان سنڈیوں کے لئے لگایا گیا ہو۔

بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ چڑیوں کا جھنڈ اس مقام پر اترا جہاں سنڈیوں نے حملہ کر دیا تھا۔ لگ بھگ 20 چڑیاں تھیں۔

انہوں نے اس برتن کی طرف دیکھا تک نہیں جس میں پرندوں کے لئے دانہ پانی رکھا تھا، اور سنڈیوں کو کھانے لگیں۔

ہم حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

بیٹی نے خاموشی توڑتے ہوئے پوچھا، اماں! چڑیوں کو کیسے پتہ چلا کہ سنڈیاں یہاں موجود ہیں؟ میں ایک بار پھر مسکرا دی۔

اس لمحے مجھے مرشد کریم کی کہی ہوئی بات یاد آئی۔ میں نے بیٹی سے کہا،

" اللہ کی شانِ کریمی ہے کہ آسمان پر پرندوں کا غول دانہ چگنے کے لئے اپنے پنجوں اور گردن کو کششِ ثقل کے تابع کرتے ہوئے زمین کی طرف آتا ہے تو اس سے پہلے کہ زمین پر پیر لگیں، ان کی غذائی ضروریات تخلیق ہو جاتی ہیں۔ اربوں کھربوں پرندے روزانہ اپنی غذا حاصل کر لیتے ہیں۔"

قدرت کی صناعی اور اس میں توازن دیکھ کر دلِ بے تاب کو قرار آیا اور میں نے کہا،

بلبل نے بچوں کی پرورش کی
کہ بھوکی بلی کا پیٹ بھرے
پتنگوں نے سنڈیوں کی نشو و نما کی
کہ چڑیوں کی بھوک مٹے

اسی طرح استاد تربیت کر کے شاگرد کو تیار کرتا ہے کہ شاگرد ان لوگوں کے لئے روشنی بنے جن کا من اللہ کی محبت میں پیاسا ہے۔

خوش آواز اور خوش رنگ بلبل کو امن اور خوشی کی علامت تصور کیا جاتا ہے۔ سُر اور تال سے بھرپور اس کی آواز کانوں میں رس گھولتی ہے۔ بلبل کی آواز سے متاثر ہو کر کئی بڑے موسیقاروں نے دھنیں بنائی ہیں۔

Canderel®
with Stevia
Naturally Sweet
Zero Calorie
Sweetener
Available in
Tablets, Sachets and Jars
SEARLE

Since 1990

MOTOLUX

INDUSTRIES

A GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

ڈاکٹر نعیم ظفر

ہر نقش ہوا میں ہے یہاں اے ساقی

مرکزی خیال : آدمی نے ہر دور میں ٹائم اور اسپیس کی اہمیت کو جانا ہے۔ محققین کی کوشش رہی ہے کہ ٹائم اور اسپیس کی نفی سے بھرپور زندگی (Smart Life) گزار سکیں۔ لہروں پر مبنی اطلاعاتی و خیالی نظام آدمی کے لئے نیا نہیں، مصر اور مایہ کے اہرام ہنوز لہروں کے اسرار کی ہزاروں سال پرانی کاوشوں کا ایک زاویہ بیان کر رہے ہیں۔ گلیلیو، نیوٹن، میکس ویل، آئن اسٹائن، اسکروڈنجر اور ڈاکٹر عبدالسلام جیسے کئی نوبل انعام یافتہ محققین نے لہروں سے متعلق قوانین سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔ مادی طبیعیات سے گزر کر جب خیالات نے مابعد الطبیعیات پر کمند ڈالنے کی کوشش کی تو ان کا ذہن مصلحتاً مادے (matter) میں گرفتار رہا۔ زیر نظر مضمون میں تحقیقی رجحان کی دو سمتوں کا تذکرہ ہے۔ خارج میں یہ رخ آدمی کی حسی، عضلاتی، فعلیاتی اور نفسیاتی تفہیم سے گزر کر ذہنی نقوش بناتا ہے۔ آدمی نے ہر دور اور زبان میں ان نقوش کو اپنے مطابق نام دیئے ہیں۔ باطن یا حالتِ نیند میں بھی نقوش بنتے ہیں مگر یہاں مادی جسم کی شمولیت دکھائی نہیں دیتی۔ دونوں حالتوں میں فرق ٹائم اور اسپیس کی رفتار کا ہے۔ اگر آج کا محقق مادیت میں تبدیلی کو سمجھنا چاہتا ہے تو اسے مادے (matter) کی اسپیس کے پیچھے کارفرما 'زمانیت' (Time) کا علم حاصل کرنا ہوگا۔

ہم جانتے ہیں کہ تخلیقات کے شب و روز دو حالتوں میں گزرتے ہیں۔ ان حالتوں کو جاگنا اور سونا کہتے ہیں۔ زندگی کی اصل کیا ہے؟ محققین اور ماہرینِ نفسیات کے مابین تا حال حتمی رائے قائم نہیں ہو سکی۔

عام طور پر جسے ہم زندگی کہتے ہیں، وہ گوشت پوست پر مبنی ڈھانچے، جسمانی حرکات و سکنات، کیفیات اور تقاضوں پر مبنی تصور کی جاتی ہے۔ سونا ہو یا جاگنا، ہر دو حالت میں کیفیات یکساں ہوتی ہیں۔ ان میں فرق صرف اتنا ہے کہ جاگتے

ہوئے تمام کیفیات گوشت پوست کے جسم پر گزرتی ہیں جب کہ سوتے ہوئے ان کیفیات سے وہ جسم گزرتا ہے جو گوشت پوست کے جسم سے شباہت یعنی یکساں خدوخال رکھتا ہے مگر مادی جسم سے مختلف ہوتا ہے۔ دونوں حالتوں میں رفتار اور ٹھوس پن (مکانیت) کا فرق ہے۔ ہم اس فرق کو جسمانی اضافیت، حرکات وسکنات کی اضافیت اور تقاضوں یا ان کی تسکین کی اضافیت کہہ سکتے ہیں۔

"ماہنامہ قلندر شعور" کے قارئین خواتین و حضرات اس نکتے سے اچھی طرح واقف ہیں کہ سونے اور جاگنے کی حالت کا تعلق دن، رات یا شمس و قمر کے طلوع و غروب سے نہیں۔ فرد یا افراد کے دن میں جاگنے اور رات میں سونے کی وجہ عادت کے سوا کچھ نہیں۔

◇———◇———◇

آیئے! جاگنے اور سونے کے دوران آدمی کی حسیات کا جائزہ لیتے ہیں۔

ہر دو صورت یا حالت میں احساسات کا شہود (observation) ہوتا ہے البتہ یہ سوال اپنی جگہ ہے کہ گزرے ہوئے وقت یا دورانیے کا احساس کیسے یا کس حد تک ہوتا ہے؟

مضمون میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے کہ آدمی کے اندر حواس کی آگہی دو طرزوں تک محدود ہے جو جاگنے اور سونے کی مناسبت سے منقسم اور غیر منقسم حواس کہلاتی ہیں۔ حواس کی اصل تعداد اور ان کے خواص کیا ہیں، باطنی علوم کے ماہرین بتاتے ہیں۔

جاگنے اور سونے کی طرزیں شہود کی دو مختلف اضافیت کہی جاسکتی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ اضافیت میں وقت یعنی ٹائم کا بھی دخل ہے۔ آدمی کی مجبوری ہے کہ نہ صرف اس کا اپنا وجود بلکہ پوری کائنات کا مکانی مظاہرہ بھی لمحہ لمحہ اضافیت ہے۔ بالفاظ دیگر مکانیت کو یہ اضافیت زمانیت سے لمحہ لمحہ مل رہی ہے۔

سمجھنے کے لئے زمانیت کی اضافیت کو پرائمری اضافیت کہیں تو مکانیت کی اضافیت کو ہم ثانوی اضافیت کہہ سکتے ہیں۔ غور طلب ہے کہ مکانیت کی بنیاد زمانیت ہے۔ ہم یہاں اضافیت کے تصور (concept) کو سمجھنے کے لئے زمانیت کے پس پردہ مراتب کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

طالبات و طلبا کی آسانی کے لئے شہود اور اس کے دورانیے کو یہاں مساوات کی مدد سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

مساوات نمبر ۱ :

شہودی احساس(time)= معلوم نوعی حواس + سونے کے نوعی حواس+ جاگنے کے نوعی حواس+ فاصلے کے نوعی حواس

مثال: آدمی جاگنے کی حالت میں دس منٹ تک درخت کو دیکھتا ہے، اس کا شہودی احساس ذیل مساوات میں اس طرح لکھا جاسکتا ہے۔

مساوات نمبر ۲ :

درخت کے خدوخال (time=10 min)= آنکھ کا احساس + 0 + جاگنے کے حواس + آنکھ سے درخت کا فاصلہ

مثال: آدمی اسلام آباد میں سورہا ہے مگر خود کو ایفل ٹاور، پیرس کے نیچے کھڑا دیکھ رہا ہے۔ اس کا شہودی احساس اس طرح لکھا جاسکتا ہے،

مساوات نمبر ۳ :

ایفل ٹاور کے خدوخال(time=0 min) = بصارت + 0+ سونے کے حواس + 0

مساوات نمبر ۲ اور مساوات نمبر ۳ میں جہاں جہاں صفر لکھا ہے، اپنے ساتھیوں، دوستوں اور گھر والوں سے مشورہ کرکے بتائیں کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ اشارے کے طور پر اتنا بتانا کافی ہے کہ محض فاصلے جی اور مر رہے ہیں یا سائنسی زبان میں کہا جائے تو مختلف ایجنسیوں کی اضافیت میں فرق واقع ہورہا ہے۔ یہ کیسے ہورہا ہے؟

دراصل روایتی شعور کے برعکس نیوٹرل شعور میں مشاہداتی طرزوں کا فرق ہے۔ طرز کی معنویت سے مراد یہاں ظرف ہے۔ مضمون کی پہلی قسط میں دی گئی رباعی میں اس سے قریب تر لفظ کو انگریزی میں scope کہا جاسکتا ہے۔

◇——◇——◇

سیریز "جیتے مرتے ــ فاصلے" کا مقصد ابتدا میں پیش کی گئی ابدالِ حق حضور قلندر بابؒا کی رباعی میں پنہاں کائناتی رموز کو مختلف زاویوں سے تلاش کرنا ہے۔ قاری رباعیاتِ قلندر بابا اولیاؒ میں شاعرانہ صنعت کے منفرد استعمال سے مسحور و مخمور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ہے ظرفِ مکاں ظرفِ زماں اے ساقی
ہر نقش ہوا میں ہے یہاں اے ساقی
یہ جام یہ شیشہ یہ قدح یہ مینا
یہ سب ہیں مگر یہ ہیں کہاں اے ساقی

رباعی میں صنعتِ مراعات النظیر* کو لفظوں کی نسبت، تضاد و تقابل کے حسین پیرائے میں

* صنعتِ مراعات النظیر (ایک لفظ کی مناسبت سے دیگر الفاظ کا شامل کرنا صنعتِ مراعات النظیر کہلاتا ہے۔)

پیش کیا گیا ہے جیسے جام، شیشہ، مینا اور نقوش کے کائناتی نظام کی بساط۔

اسی طرح صنعتِ تجنیس* کی خوب صورتی میں کائنات کے مرئی و غیر مرئی ایکو سسٹم اور زمان و مکاں کے مابین کارفرمائی کو ظرف کے وسیع معنوں میں بیان کیا گیا ہے۔

◇———◇———◇

حقائق تک رسائی کے لئے نگر نگر اور در در پھرنے والے متلاشی جانتے ہیں کہ کسی بھی فکر کے علوم حاصل کرنے کے لئے زبان سے کُلی آشنائی پھر صحیح ادبیت اور مصنف سے ہم آہنگی ضروری ہے۔ بلاشبہ ابدالِ حق حضور قلندر بابا صاحبؒ کی تعلیمات نوعِ جن و انس کے لئے سرمایہ ہیں۔ انہوں نے کائناتی رموز، نوعوں کے حیات و ممات کے فارمولے اور باطنی علوم کی اصطلاحوں کو نثر و سخن کی شکل میں صراحت سے بیان فرمایا ہے۔ بلاتفریق مذہب وملت ہر فرد ان تعلیمات سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔

محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ دل میں خلوص، توجہ میں ارتکاز، مقصد میں عزم اور ضابطۂ حیات "باادب بانصیب" ہو تو یہ تعلیمات بندے کو قدم قدم اللہ تعالیٰ تک لے جاتی ہیں اور اللہ سے ملا دیتی ہیں۔

؟

بلی مخصوص آواز نکالتی ہے جسے سن کر بچے ماں کے پاس آجاتے ہیں۔ مرغی خطرہ بھانپ کر اپنی آواز میں چوزوں کو قریب بلاتی ہے۔ اسی طرح آدمی بھی آواز نکال کر حال سے مطلع کرتا ہے۔ ہر مخلوق بات کرتی ہے مگر آدمی نے اپنی آواز کو زبان اور دوسری مخلوق کی آوازوں کو بے زبانی کا نام دیا ہے۔ جب جانور اور ان کے بچے آواز کا مطلب سمجھتے ہیں تو آواز الفاظ کے علاوہ کیا ہے؟

مضمون کے اگلے حصے میں آپ پڑھیں گے،

۱۔ آدمی میں اضافیت کے عناصر کا سبب کیا ہے؟

۲۔ روایتی اور قلندر شعور کا طریقِ شہود کیا ہے؟

۳۔ کیا حقائق سے پردہ اٹھانے کے لئے کئی صدیاں درکار ہیں؟

۴۔ ہم روایتی تحقیق و تلاش (سائنس) میں الہامی کتب سے استفادہ کرنے کے بجائے ان کو نظر انداز کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ یہ نیوٹرل طرز فکر نہیں ہے۔

(قسط: ۱۳)

◇———◇———◇

* صنعتِ تجنیس (ایسے الفاظ کا استعمال جو صورت میں ایک مگر معانی کے لحاظ سے مختلف ہوں۔)

وجاہت علی

ایک کروڑ سڑسٹھ لاکھ رنگ

بہار ہو یا خزاں ــــ زمین پر کوئی شے بے رنگ نہیں۔ آسمان خود پر آباد مخلوقات کے لئے زمین ہے اور اس کی مخلوقات رنگین ہیں۔ خزاں کے اپنے رنگ ہیں اور بہار کے اپنے رنگ۔ دونوں ایک ہی امر کی تجدید کرتے ہیں کہ رنگ دوری ہے اور دوری کو زوال ہے۔

"ماہنامہ قلندر شعور" کے پلیٹ فارم سے کئی مرتبہ آپ کی توجہ اس جانب مبذول کی گئی ہے کہ کیا زمین میں کوئی شے بے رنگ ہے ــــ؟ یہ سوال پڑھ کر میں نے بھی رنگ اور بے رنگی کو تلاش کیا۔ مجھے کوئی شے بے رنگ نظر نہیں آئی، ہر طرف رنگ ہی رنگ تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

"اور یہ جو بہت سی رنگ برنگ کی چیزیں اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کی ہیں، ان میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔"

(النحل : ۱۳)

زمین رنگوں سے معمور ہے۔ کوئی موسم ایسا نہیں جب زمین رنگوں سے خالی ہو۔ سوال یہ ہے کہ زمین پر سب سے زیادہ رنگ کب نظر آتے ہیں؟ جب بہار آتی ہے۔

آمد بہار اے یار من بشگفت گلہا در چمن
شد در نوا ہر بلبلے بر شاخ سرو و نارون

ترجمہ: بہار آگئی ہے اے میرے دوست! باغ میں پھول کھل گئے ہیں۔ ہر بلبل سرو اور نارون کی شاخوں پر نغمہ سرا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سال میں چار موسم ہوتے ہیں جب کہ راقم الحروف کی فہم کے مطابق موسموں کی تعداد دو ہے ــــ سردی اور گرمی۔ جاتی ہوئی سردی اور آتی ہوئی گرمی کے بیچ میں بہار ہوتی ہے ــــ جاتی ہوئی گرمی اور آتی ہوئی سردی کے درمیان خزاں کا وقفہ ہوتا ہے۔

ہر موسم کی اپنی سوغات، رنگ، خوش بو، جذبات اور تقاضے ہیں۔ کینو سرد اور آم گرم موسم کی پیداوار ہے۔ سردی کی دھوپ میں بیٹھ کر کینو کھانے کا مزہ اور ہے جب کہ گرمیوں میں

آم کے شیریں ذائقے کی اندر میں اترنے والی ٹھنڈک کا کوئی موازنہ نہیں۔ سردی ہو یا گرمی، بہار ہو یا خزاں — ہر موسم میں قدرت کے سینکڑوں راز جمع ہیں۔

جب مور کے ناچنے اور بلبلوں کے چہچہانے کا موسم آئے تو کہتے ہیں کہ بہار آئی۔ قسم قسم کے پھولوں سے بیلیں اور درخت بھر جاتے ہیں، فضا میں خوشی کی لہریں پھیلتی ہیں۔ جن مقامات پر مطلع صاف ہو، وہاں دن میں کسی بھی وقت آسمان پر قوسِ قزح جلوہ نما ہوتی ہے۔

بہار ہو یا خزاں — زمین پر کوئی شے بے رنگ نظر نہیں آتی۔ آسمان بھی خود پر آباد مخلوقات کے لئے زمین ہے۔ وہاں کی مخلوقات بھی رنگین ہیں جیسے چاند، سورج، ستارے، سیارے اور ہر سیارے پر زندگی کے نشان۔ خزاں کے اپنے رنگ ہیں اور بہار کے اپنے رنگ۔ دونوں ایک ہی امر کی تجدید کرتے ہیں کہ رنگ دوری ہے اور دوری کو زوال ہے۔

خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے رنگوں میں نشانی رکھی ہے۔ وہ نشانی کیا ہے —؟

رنگوں کے ضمن میں لہروں کا ذکر نہ ہو تو بات ادھوری رہ جائے گی۔ رنگ لہروں کی شکل میں اور لہریں رنگین نظر آتی ہیں۔ ہر شے لہروں سے بنی ہے۔ تحقیق و تلاش (سائنس) جن لہروں سے واقف ہوئی ہے، اس نے ان کو مختلف نام دیئے ہیں جیسے،

۱۔ ریڈیو شعاعیں ۲۔ مائیکروویو شعاعیں
۳۔ زیریں سرخ شعاعیں ۴۔ ایکس ریز
۵۔ الٹراوائلٹ شعاعیں ۶۔ گاما شعاعیں

فی الحال ایسے آلات ایجاد نہیں ہوئے جو مزید لہروں کو جان سکیں تاہم کوشش جاری ہے۔

ان شعاعوں میں آدمی کو نظر آنے والی روشنی کی تعداد اتنی کم ہے کہ وہ ان میں صرف سات رنگوں کو دیکھ سکا ہے۔ باقی شعاعوں کے رنگ آدمی نے نہیں دیکھے۔ مچھر، چمگادڑ، کھٹمل وغیرہ ایسے جاندار ہیں جن کے بارے میں تحقیق ہوئی ہے کہ یہ زیریں سرخ شعاعیں دیکھ سکتے ہیں۔ محققین کا کہنا ہے کہ تتلی، بلی، کتّے وغیرہ الٹرا وائلٹ شعاعیں دیکھ سکتے ہیں۔ یہ اندازہ اس بنیاد پر لگایا گیا ہے کہ بہت سے جانور اندھیرے میں بآسانی دیکھتے ہیں یعنی اندھیرا جن روشنیوں پر مشتمل ہے، یہ جانور صلاحیت کے مطابق ان

روشنیوں کو دیکھتے ہیں۔ جن شعاعوں کو یہ دیکھتے ہیں، ان کے رنگ کیا اور کیسے ہیں، آدمی بیان کرنے سے قاصر ہے۔

قابلِ غور ہے کہ لہروں کے نظام میں نوعِ آدم کو نظر آنے والے چند رنگوں سے اتنی نیرنگی پیدا کی گئی ہے کہ اس کا مظاہرہ آپ LCD اسکرین پر ایک کروڑ سڑسٹھ لاکھ رنگوں کے شیڈ کی شکل میں دیکھ سکتے ہیں ۔۔محققین نے ایل سی ڈی اسکرین پر رنگوں کی اتنی اقسام کو ظاہر کرنے کی صلاحیت حاصل کرلی ہے۔ جب ایک اسکرین لاکھوں رنگوں کا مجموعہ دکھا سکتی ہے تو کیا ہم زمین پر رنگوں کی تعداد کا اندازہ لگا سکتے ہیں؟

میں نے پاکستان میں رنگ بنانے والے ایک ادارے کا کلر چارٹ دیکھا۔ اس میں صرف سرخ رنگ کے شیڈ کی تعداد 50 تھی۔ سرخ رنگ کی مقداریں کم زیادہ کرکے 50 رنگ بنالئے گئے۔ دیگر قومی و بین الاقوامی اداروں کا سروے کیا جائے تو ممکن ہے کہ انہوں نے سرخ رنگ پر اس سے زیادہ کام کیا ہو۔

جان داروں کے اجسام میں رنگ تلاش کئے تو سفید، کتھئی، سرمئی اور کالے بال، سفید دانت، کالی، نیلی، ہری اور بھوری آنکھیں، سفید، سرخ، سیاہ، گندمی اور گلابی رنگ جِلد، زرد و گلابی ناخن، سرخ خون، کتھئی جگر، کلیجی کے رنگ کا تو نام کلیجی ہے۔ پھلوں میں پیلا، سرخی مائل پیلا، ہرا آم، ہرے، پیلے اور گہرے سرخ سیب، ہرے اور پیلے امرود۔ تربوز میں اندر تہ در تہ رنگ، سرخ اسٹرابیری وغیرہ۔ مائیکرو اسکوپ کے ذریعے بیکٹیریا دیکھے جاتے ہیں تو ان کی اقسام میں نیلا، پیلا، سرخ، گلابی غرض ہر رنگ پایا جاتا ہے۔ جتنی موجودات ہیں، ان میں رنگوں کے شیڈز کی فہرست طویل ہے۔

سوال یہ ہے کہ رنگ کیوں ہیں۔۔؟

جب ہم معالج کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہماری آنکھوں کا معائنہ کرتے ہیں، زبان باہر نکلوا کر منہ اور حلق کا معائنہ کرتے ہیں، زبان کا رنگ دیکھتے ہیں، چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہیں۔

وہ یہ کیوں کرتے ہیں۔۔؟ وہ بیماری کی تشخیص کے لئے اعضا کے رنگوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی عضو کا رنگ معمول سے ہٹ کر ہو تو اسے بیماری قرار دے کر بیماری کا سدباب کرتے ہیں۔ بول و براز کا رنگ بھی صحت یا بیماری کی نشاندہی ہے۔

ہر تخلیق رنگ ہے۔ غصے میں سب کا چہرہ سرخی مائل سیاہ اور خوف میں سفید ہو جاتا ہے۔ اداس چہرہ زرد ہوتا ہے، حیا میں سرخی پھیلتی ہے اور خوشی میں رنگ اناری ہوجاتا ہے۔ رنگ نہ ہو تو آدمی سمیت کوئی مخلوق نظر نہ آئے۔

آدمی کی طرح اگر درخت، پودے، پتے، حشرات، جانور جس کسی کا رنگ بدل جائے، اس سے بیماری یا ان کے اندر تبدیلی کا علم ہوتا ہے۔ درخت سوکھتا ہے تو پتّوں کا سبز رنگ غائب ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ معالج جسمانی، کسان فصل کے اور جہاز راں فضا کے رنگ دیکھ کر آگے کی حکمتِ عملی طے کرتے ہیں۔

یہاں ہر شے باتیں کرتی ہے اور باتیں کرنے کے لئے رنگ کا استعمال کرتی ہے۔ اردو کے نامور شاعر ضیا جالندھری صاحب نے کہا،

رنگ باتیں کریں اور باتوں سے خوشبو آئے
درد پھولوں کی طرح مہکے اگر تو آئے

امجد اسلام امجدؔ نے لکھا ہے،

آنکھوں کا رنگ، بات کا لہجہ بدل گیا
وہ شخص ایک شام میں کتنا بدل گیا

جب آسمان پر سیاہی پھیلتی ہے تو رات کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ سرخ رنگ شام اور سفیدی صبح کا پتہ دیتی ہے۔ اگر دن میں اندھیرا چھانے لگے تو یہ گرج چمک کے ساتھ بارش، آندھی یا طوفان کا پیش خیمہ ہے — آسمان پر دیکھیں یا زمین پر، اپنے اندر باہر دیکھیں یا آس پاس اشیا کو، ہر شے بات کرتی ہے اور الفاظ رنگوں کے روپ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

زمین پر جتنے رنگ ہیں، تبدیل ہو جاتے ہیں، اپنی اصل پر قائم نہیں رہتے۔ ان کی تخلیق اصل سے دوری کی بنا پر ہوئی ہے۔ ان کو حقیقت سمجھ کر دیکھنے والا اصل سے دور ہو جاتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ زمین پر قسم قسم کے رنگ ہیں اور بدلتے ہوئے رنگوں میں زمین کا رنگ چھپ گیا ہے۔ زمین کا اپنا رنگ کیا ہے —؟

رنگوں میں ایک رنگ محبت اور عشق کا ہے۔ یہ رنگ ہر رشتے میں ملتا ہے جیسے عورت اور مرد، ماں باپ اور اولاد، بہن بھائی، رشتہ دار، استاد و شاگرد اور مرشد و مرید۔

محبت کا تعلق زمینی رشتوں سے ہو تو یہاں بھی رنگوں میں تغیر ہے مگر بات مرشد اور مرید کی ہو تو مرشد مرید کو ایسے رنگ میں رنگ دیتا ہے کہ پھر مرید الوژن میں نہیں پھنستا۔

طوطیِ ہند حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں،

میں تو ایسو رنگ اور نہیں دیکھیو سکھی ری
میں تو ایسی رنگ دیس بدیس میں ڈھونڈ پھری ہوں

حضرت امیر خسروؒ نے جس رنگ کی بات کی ہے، یہ آدمی کو فریب پر مبنی حواس سے آزاد کر کے اللہ سے قریب کر دیتا ہے۔

میں نے سوچا کہ اللہ کا رنگ کیا ہے؟

اللہ کا رنگ اللہ کی سنت ہے اور اللہ کی سنت میں تبدیلی اور تعطل نہیں۔

شاگرد نے استاد سے پوچھا، یہ رنگوں کی دنیا ہے، اس دنیا میں رہ کر میں رنگوں سے دور کیسے رہ سکتا ہوں؟ استاد نے فرمایا، بطخ کو پانی میں تیرتے ہوئے دیکھا ہے—؟ پانی میں رہ کر بھی پر نہیں بھیگتے۔ شاگرد نے پوچھا، بطخ ایسا کیا کرتی ہے کہ اس کے پر پانی سے تر نہیں ہوتے؟

استاد نے فرمایا، اصل بات جسم کی نہیں، ذہن کی ہے۔ بطخ خشکی پر رہتی ہے، اس کی فطرت پانی میں تیرنا ہے، وہ پانی میں رہتی ہے اور اسے سڑک سمجھتی ہے۔ اس کا ذہن پانی کا اثر قبول نہیں کرتا اور پر، جن سے پرواز ہوتی ہے، بھیگنے سے محفوظ رہتے ہیں۔

قارئین! اللہ کے دوست دنیا میں رہتے ہیں

چمن میں بیٹھے مسافر نے سوچا، موسموں میں حسین موسم بہار ہے لیکن کوئی اس کے حسن کی جامع تعریف نہ کر سکا۔ مسافر کی لہریں چمن میں موجود چڑیا تک پہنچیں۔ وہ آہ بھرتے ہوئے بولی،

بہار آنے کی آرزو کیا بہار خود ہے نظر کا دھوکا
ابھی چمن جنتِ نظر ہے ابھی چمن کا پتا نہیں ہے

اور نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں مگر ان کا ذہن دنیا کے رنگوں سے آزاد ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حقیقی نعمت اللہ کا قرب ہے۔

کوئی بہار کی خاطر، کوئی خزاں کے لئے
بس ایک میں ہی رہا صرف گلستاں کے لئے

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر جتنے رنگ پیدا کئے ہیں، ان میں ہر لحہ تغیر واقع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جب بندہ رنگوں پر غور کر کے ان کی فطرت سے واقف ہو تو اس بات کو تلاش کرے کہ وہ کون سا رنگ ہے جو تبدیل نہیں ہوتا—؟ اس رنگ کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے،

"کہو، اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہے۔ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔" (البقرۃ: ۱۳۸)

Manufacturer of
Embroided Lace & Fabrics

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

ڈاکٹر سعیدہ شفیق میمن

موکھی اور متارے

موکھی نے یخ بستہ شمالی ہواؤں کے آتے ہی بندے خانے کے آگے مخمور کر دینے والے جام رکھے تو متوالے اس کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر آپہنچے۔

زندگی ایک ہے مگر دو رخوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ ایک رخ پابند ہے جب کہ دوسرے رخ میں وقت اور فاصلہ قابلِ تسخیر ہے۔ پابندی خوف میں مبتلا کرتی ہے ۔ تسخیر کرنے والوں کا ذہن آزاد ہوتا ہے۔

خوف کی کئی شکلیں ہیں جیسے آدمی اپنی نوع کے افراد اور دیگر مخلوقات سے ڈرتا ہے کہ کہیں نقصان نہ پہنچادیں۔ ایک پہلو نفسیاتی ہے مثلاً کچھ لوگ اونچائی سے ڈرتے ہیں، بعض کو اندھیرے سے خوف آتا ہے، کوئی مستقبل کے حوالے سے اندیشوں میں مبتلا ہے اور اکثر کا حال یہ ہے کہ وہ موت سے ڈرتے ہیں یہ جانے بغیر کہ موت کیا ہے۔ بعض اوقات خوف اس طرح محیط ہوجاتا ہے کہ آدمی کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ خوف کے زیرِ سایہ زندگی گزار رہا ہے۔

عام آدمی کے برعکس صوفی مختلف انداز سے سوچتا ہے۔ بظاہر وہ مادی دنیا میں رہتا ہے لیکن اس کے مشاہدے میں روحانی دنیا ہوتی ہے۔ غیر جانب دار طرزِ فکر سے اندر میں یقین کا پیٹرن راسخ ہوتا ہے اور یقین وصلِ یار سے حاصل ہوتا ہے۔ باطنی علوم کے عارف نے خوف کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے،

> ”محدودیت کا پردہ کتنا موٹا اور دبیز ہوجائے لیکن سوچ اور فکر کی بساط لامحدود رہتی ہے۔ کسی بھی لمحے لامحدودیت سے رشتہ نہیں ٹوٹتا لیکن شعور لامحدودیت سے متصل ہونا نہیں چاہتا اور اس کے اوپر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔ یہی وہ احساس ہے جسے ہم خوف کہتے ہیں اور یہی وہ خوف ہے جسے ہم موت کہتے ہیں حالاں کہ زمین پر پیدا ہونے والا کوئی فرد اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ موت برحق ہے۔“

خوف سے اعصاب بکھرتے ہیں اور قوتِ فیصلہ متاثر ہوتی ہے یہاں تک کہ آدمی اپنے بارے میں فیصلہ کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے کہ وہ کون ہے اور اس کے اندر کیا صلاحیت ہے۔

کتاب ''کشکول'' میں حکایت لکھی ہے،

''ایک جگہ سیلاب آیا جس میں سارا علاقہ ڈوب گیا لیکن ایک ٹیلے پر پانی نہیں پہنچ سکا۔ انسان اور جنگل کے بہت سے جانور اور کیڑے مکوڑے اس ٹیلے پر پناہ لینے جمع ہو گئے۔ ایک شیر تیرتا ہوا اس ٹیلے کی طرف آیا اور کتّے کی طرح ہانپتا ہوا لوگوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ وہ اس قدر خوفزدہ تھا کہ اسے گردوپیش کا ہوش نہیں تھا۔ ایک آدمی اطمینان سے رائفل لے کر اس کی طرف بڑھا اور اس کے سر پر گولی مار دی۔ خوف کے جذبے سے شیر اپنی درندگی کی صفت کو بھی بھول گیا اور ـــ خوف کے جذبے نے اسے بکری سے بھی زیادہ بزدل بنا دیا۔''

صلاحیتیں بھول کے خانے میں جانے کی وجہ خوف ہے اور خوف شک سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ نتائج کا خوف ذہن پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ آدمی صلاحیتوں کے مطابق کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کر پاتا۔ اس کے برعکس یقین کی کیفیت میں وہ دنیا کو نئے تصورات سے آشنا کرتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ یقین میں حواس ایک نقطے میں مرکوز ہوتے ہیں ـــ خوف میں بکھر جاتے ہیں۔

سُر یمن کلیان ـــ صوبہ سندھ کے عظیم صوفی شاعر شاہ عبداللطیفؒ کے صوفیانہ افکار کا مجموعہ ہے۔ اس میں ایک داستان موکھی اور متاروں میں شاہ سائیںؒ نے خوف کی تمثیل بیان کی ہے۔

موکھی ـــ ساقی ہے جس کے مے خانے پر لوگ بہترین قسم کا جام پینے آتے ہیں۔

موکي مٽ اپٽنا، آئي اتر واء
متارا تنهن ساء،اچن سرسنبا هيو

ترجمہ: موکھی (مے خانے کی مالکن) نے یخ بستہ شمالی ہواؤں کے آتے ہی بند مے خانے کے آگے مخمور کر دینے والے جام رکھے تو متوالے اس کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر آ پہنچے۔

اگلے ہفتے موکھی متاروں کا انتظار کر رہی تھی لیکن دور دور تک آثار نہیں تھے۔

موکي متارا وڏي ساجهر سوريا
پيڻ جي وارا، اڄ نه آيا گهيڙي

ترجمہ: آج موکھی نے ان مے خواروں کو

سانجھ سویرے یاد کیا کہ روز آنے والے ابھی تک کیوں نہیں آئے۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ متارے آپس میں بھائی تھے جو موکھی کے پاس جام نوش کرنے گئے تو مست و مخمور ہوگئے اور جاتے ہوئے یہ کہہ گئے کہ اگلے ہفتے پھر آئیں گے کیوں کہ ایسا لذیذ جام انہوں نے کبھی نوش نہیں کیا۔

ان کے جانے کے بعد موکھی دوبارہ مٹکے بھرنے لگی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ جس مٹکے سے متارے سیراب ہوئے تھے، اس میں مردہ سانپ پڑا تھا۔ تن سے جان نکلتی محسوس ہوئی کہ پتہ نہیں متارے کس حال میں ہوں گے۔ آثار بتارہے ہیں کہ وہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اسی لئے اب تک نہیں آئے۔

اسی سوچ میں غلطاں و پیچاں تھی کہ متاروں کو آتے دیکھا— ان کو صحیح سلامت پاکر حیران تھی اور خوش بھی۔ فیصلہ کیا کہ ان کو سانپ کے بارے میں نہیں بتائے گی۔

انہوں نے آتے ہی جام نوشی کی خواہش ظاہر کی اور یہ بھی کہا کہ ہمیں وہی جام پینا ہے جو تم نے گزشتہ ہفتے پیش کیا تھا۔

موکھی نے جواب دیئے بغیر دوسرے مٹکے سے جام پیش کیا تو وہ اصرار کرنے لگے کہ اس مٹکے سے دو جس کے مشروب نے ہمیں مست اور بے خود کر دیا تھا۔

نہ چاہتے ہوئے موکھی کو بتانا پڑا کہ اس میں زہریلا سانپ مرا ہوا تھا جو میں نے تم لوگوں کے جانے کے بعد دیکھا اس لئے اس مٹکے سے دوبارہ جام نہیں بھر سکتی۔

یہ سن کر کہ جام میں سانپ کا زہر تھا، متاروں کا رنگ خوف سے سفید ہوگیا۔ وہ غش کھاکر گر پڑے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

شاہ سائیںؒ فرماتے ہیں،

ترجمہ: موکھی نے مے خواروں سے دشمنی نہیں کی اور نہ وہ زہر سے مرے۔ وہ دل پسند مے کے ایک گھونٹ کی خاطر جمع ہوئے تھے۔ اصل میں ان کو اس خوف نے مارا کہ جو مے انہوں نے پی، وہ زہریلی تھی۔ یہ سنتے ہی وہ گر گئے، ان کی قبریں وہیں موجود ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ مے خانے کی مالکن کا کوئی ایسا جملہ متاروں کے دل میں پتھر کی طرح لگا جس میں گمان تھا، اس نے ان کے سینوں کو چاک کر دیا اور وہ جان سے گئے۔ جب تک بے خبری رہی، زہر نے اثر نہیں کیا اور جب خبر ہوئی

توزہر کا اثر قبول کرلیا۔

صوفی چوں کہ حقیقت آشنا ہوتا ہے، اس کی زندگی سے خوف رخصت ہوجاتا ہے۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے،

”سن رکھو! بے شک اللہ کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔“

(یونس: ٦٢)

خوف و غم سے آزاد ذہن پیغمبرانہ طرز فکر سے حاصل ہوتا ہے۔ پیغمبرانہ طرز فکر کیا ہے؟

غزوہ ”ذات الرقاع“ سے واپسی پر خاتم النبیین حضرت محمدؐ نے ستانے کی غرض سے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ تلوار درخت پر لٹکائی اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے موقع کا فائدہ اٹھا کر تلوار درخت سے اتار لی اور رسول کریمؐ کے سینے پر اس کی نوک رکھ کر پوچھا —بتاؤ، تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟

رسول اللہؐ نے بے خوفی سے فرمایا، اللہ۔

اطمینان اور یقین سے معمور لہجہ سن کر اس پر لرزہ طاری ہوگیا، تلوار ہاتھ سے گر گئی۔

رسول اللہؐ نے تلوار اٹھائی اور اس کے سینے پر رکھ کر پوچھا، تمہیں کون بچائے گا؟

کسی دانا کا قول ہے کہ اگر کوئی تمہاری ناقدری کرے تو اس پر نہ کڑھنا کیوں کہ قدر و قیمت کا تعین وقت کرتا ہے۔ رویوں میں الجھو گے تو زندگی بھر الجھے رہو گے۔ بس عیب اور غیب جاننے والی ہستی کے ساتھ معاملات درست رکھو، تم خوف و غم سے آزاد ہوجاؤ گے۔

اس نے ہاتھ جوڑ کر رحم کی درخواست کی۔

آپؐ نے معاف کردیا۔

اس نے واپس جاکر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج میں دنیا کی سب سے بہترین اور افضل ہستی سے مل کر آرہا ہوں۔

ہم نماز میں سورۃ الفاتحہ پڑھتے ہوئے خوف و غم سے آزاد راستے پر چلنے کی دعا مانگتے ہیں کہ یہ انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔

شاہ صاحب بھٹائیؒ فرماتے ہیں،

آگي کيا اڳهم، سنوروئي نور
لاخوف عليهم ولاهم يحزنون

ترجمہ: رب پاک نے ان ہدایت یافتہ لوگوں کو آگے رکھا ہے جو خوف و غم کے درد میں مبتلا نہیں کیوں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اپنے دوست کی حیثیت سے چن لیا ہے۔

سرورق کی تشریح

دنیا کے تمام براعظموں میں پہاڑی سلسلے موجود ہیں حتیٰ کہ سمندروں کے اندر بھی پہاڑوں کے طویل سلسلے ہیں۔ حیران کن امر یہ ہے کہ میدانی علاقوں کے نیچے بہت گہرائی میں بھی پہاڑی سلسلے واقع ہیں جہاں یہ عام سطح سے اوپر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ عموماً سمجھا جاتا ہے کہ جہاں یہ ظاہر ہوئے ہیں، یہ وہیں موجود ہیں لیکن یہ ہموار میدانی سطح یا زمین کے نیچے بھی ہوتے ہیں۔

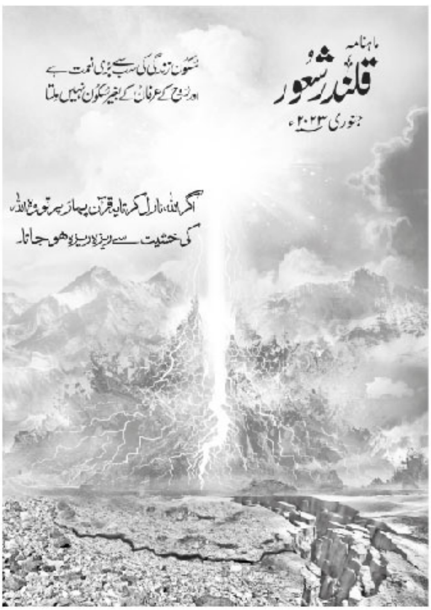

ایک مثال پاکستان میں دو شہروں سرگودھا اور چنیوٹ میں کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے پہاڑ موجود ہونا ہے۔ ان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ میدانی علاقے میں کہیں باہر سے چند پہاڑیاں لا کر رکھ دی گئی ہیں۔ دراصل یہ پہاڑی سلسلے اس میدانی علاقے سے کافی دور کوہستانِ نمک کا حصہ ہیں۔

کوہستانِ نمک بظاہر جنوب میں ایک پٹی کی صورت میں ختم ہو جاتے ہیں لیکن وہ ختم نہیں ہوئے بلکہ یہاں سے زمین کی گہرائی میں بہت آگے تک چلے گئے ہیں اور زمین کے اندر سے سرگودھا اور چنیوٹ کے بعض مقامات پر ظاہر ہوئے ہیں۔ تحقیق و تلاش میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ نکتہ غور طلب ہے کہ پہاڑی سلسلوں کا زمین کے کسی مقام پر ظاہر ہونا اور ظاہر ہوتے ہوتے کسی دوسرے مقام پر زیرِ زمین چلے جانا کیا ہے؟

ماہرینِ ارض اب پہاڑوں کی زیرِ زمین موجودگی کی تصدیق کرتے ہیں۔

پہاڑ زمین میں کڑوں کی شکل میں ہیں۔ ان کا جتنا حصہ زمین کے باہر نظر آتا ہے، اس سے تقریباً تین گنا زیادہ حصہ زمین کے اندر موجود ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں پہاڑوں کو زمین کی میخیں (کیلیں) کہا گیا ہے۔ میخیں شے کو دبانے یا مستحکم کرنے کے لئے گاڑی جاتی ہیں اور ان کا بیشتر حصہ اس شے کے اندر موجود ہوتا ہے یعنی پہاڑ میخ کی طرح مضبوطی اور استحکام کی صفات رکھتے ہیں جس سے زمین مکمل طور پر سمٹنے سے گریز کرتی ہے۔

قرآن کریم کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر مخلوق ذی شعور اور ذی فہم ہے۔ ہم عام طور پر جمادات کے گروہ کو بے جان اور بے شعور سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم خود اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ جمادات کیسے پیدا ہوتے ہیں اور کیسے قائم یا زندہ رہتے ہیں۔ چوں کہ ہم انہیں خود سے مختلف سمجھتے ہیں لہٰذا بلا تامل ان کو بے جان اور بے شعور قرار دے دیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اس طرزِ فکر کی نفی کی گئی ہے اور نوعِ جمادات میں زندگی، ان کے باشعور ہونے اور ان کے سننے، دیکھنے، سمجھنے اور بات کرنے کی صلاحیت کو بیان کیا گیا ہے۔

خالقِ ارض و سما کا ارشاد ہے،

> "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ (پہاڑ) خشیتِ الٰہی سے پست ہوکر ریزہ ریزہ ہوجاتا۔ ہم ایسی مثالوں کو لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔" (الحشر: ۲۱)

یعنی پہاڑ باشعور اور دانا ہیں — خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور جلال سے واقف ہیں اور اپنی فہم اور سکت کو اس قابل نہیں سمجھتے کہ قرآن کریم کے انوار جذب کرسکیں اور عاجزی سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم کلامِ پاک کی تاب نہ لاتے ہوئے ریزہ ریزہ ہوجائیں گے۔

عام آدمی قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو کیا وہ قرآن کریم کے انوار کو اسی طرح محسوس کرتا ہے جن جذبات کا ذکر پہاڑ نے کیا—؟ اکثر یہ ہوتا ہے کہ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں لیکن الفاظ کے انوار سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اس سے آدمی اور پہاڑ کے شعور میں کیا فرق ظاہر ہوتا ہے؟

صاحبِ علم ہستی محترم عظیمی صاحب فرماتے ہیں،

"پہاڑ بھی باشعور ہوتے ہیں، پہاڑ بھی سانس لیتے ہیں، پہاڑ بھی پیدا ہوتے ہیں اور جوان ہوتے ہیں۔ چوں کہ تخلیقی فارمولوں میں پہاڑ کی تخلیق اور نشوونما کا فارمولا الگ ہے اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پہاڑ جمے کھڑے ہیں۔ ایک انسان ایک منٹ میں 20 مرتبہ سانس لیتا ہے، پہاڑ 15 منٹ میں ایک سانس لیتا ہے۔ ہر نوع میں سانس کی معین مقداریں الگ الگ ہیں۔"

جمادات بشمول پہاڑوں کے باشعور ہونے کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہونے کا ایک پہلو یہ ہے کہ ہم ان کے شعور سے واقف ہو سکتے ہیں اور ان سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ بیان کرنے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے اصل منصب یعنی فی الارض خلیفہ سے واقف ہو اور تمام مخلوقات کے شعور سے اوپر اس کا شعور ہو۔

انبیائے کرام علیہم السلام نے یہ بات اولادِ آدمؑ کو سمجھانے کے لئے نہ صرف پہاڑوں سے گفتگو کی بلکہ ان کو احکامات اور ہدایات دیں جن پر پہاڑوں نے پوری طرح عمل کیا۔ حضرت صالحؑ کے حکم پر پہاڑ کا ایک حصہ اونٹنی بن گیا۔ اسی طرح خاتم النبیین حضور پاکؐ کے حکم پر کوہِ ثبیر ساکت ہو گیا۔

پہاڑ انسان دوست مخلوق ہیں — یہ باہر سے جتنے سخت نظر آتے ہیں، اندر سے اتنے نرم ہیں۔ دریاؤں کے منبع پہاڑوں میں ہوتے ہیں۔ پہاڑ ہر قسم کی دھاتوں اور معدنیات کا ذریعہ ہیں۔ ہواؤں کے رخ ان سے مڑ جاتے ہیں اور بے آب و گیاہ علاقوں میں بارش برس کر ان میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں پہاڑوں کے بغیر زمین پر زندگی نہیں۔

پہاڑوں سے گفتگو، ان سے دوستی اور ان کے شعور سے واقف ہونے کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

قرآن کریم میں اس کا فارمولا بیان ہوا ہے، وہ فارمولا کیا ہے؟

(تشریح: مکمل مینا)

عجائباتِ نیل

تیرہویں صدی عیسوی کے مسلمان محقق عمادالدین زکریا قزوینی نے اپنی کتاب "عجائب المخلوقات" میں دریائے نیل کے حوالے سے دلچسپ معلومات لکھی ہیں۔ کتاب سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے،

دریائے نیل سے بڑھ کر دوسرا دریا دنیا میں نہیں۔ یہ عین تابستان (موسم گرما) میں زیادہ طغیانی کرتا ہے۔ گرمیوں میں بحکمِ خدا شمالی ہوا چلتی ہے جس سے دریائے شور (کھاری سمندر) اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس میں آکر شیریں ہو جاتا ہے۔ پس اس وجہ سے اس میں طغیانی ہو جاتی ہے۔ جب زراعت کا موسم آتا ہے تو بحکمِ خدا جنوبی ہوا چلتی ہے جو دریا کے پانی کو پھر دریائے شور میں بہا دیتی ہے۔

اس دریا کا مخرج زنج میں ہے۔ وہاں سے نکل کر حبشہ اور نوبہ سے ہوتے ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان سے گزرتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کے اطراف زمین سیراب رہتی ہے۔ ان لوگوں نے پانی میں کمی بیشی معلوم کرنے کا ایک آلہ تیار کیا ہے اور اسی کے حساب سے زراعت کرتے ہیں۔

دریائے نیل کے عجائبات میں سے ایک رعاوہ نامی مچھلی ہے۔ اس کے چھونے سے رعشہ پڑ جاتا ہے۔ اس سرزمین میں ایک ایسا ساگ ہے کہ اسے ہاتھوں پر مل کر رعاوہ کو چھوئیں تو رعشہ نہیں ہوتا۔ نیل کا ایک اور عجوبہ نہنگ (آبی شیر) ہے۔ جب کوئی شخص کنارے پر جاتا ہے تو یہ خونخوار جانور پانی کے نیچے نیچے قریب آجاتا ہے اور شکار کر لیتا ہے۔ کسی شاعر نے دریائے نیل سے احتراز کرنے میں کہا ہے،

ترجمہ: انسان کو چاہئے کہ نہنگ کے خوف کی وجہ سے نیل کے پانی کو آنکھ سے یعنی کنارے پر جا کر نہ دیکھے بلکہ اپنے گھر میں کوزوں میں دیکھے۔ اس دریا میں ایک مقام ایسا ہے جہاں مچھلیاں خود بخود جمع ہوتی ہیں، اس روز کوئی بھی جال پھینک کر انہیں پکڑ سکتا ہے مگر یہ کیفیت سال میں ایک روز ہوتی ہے۔

اظہر حسین

تیسرا رخ ۔۔۔؟

سائنس کے طالب علموں کو مردہ مینڈک کے جسم کی کسی رگ پر کرنٹ لگانے کا تجربہ کروایا جاتا ہے۔ کرنٹ لگنے سے مینڈک کے جسم کو جھٹکا لگتا ہے۔ مردہ مینڈک میں حرکت کیسے ہوئی؟

جسم کے ہر خلیے اور عضو میں جان ہے۔ نیند میں یا بے ہوشی کے دوران فرد کا دل دھڑکتا ہے، رگوں میں خون دَور کرتا ہے، سانس کی آمد و رفت جاری رہتی ہے، نیند میں کروٹ لیتا ہے مگر باہر کے ماحول سے غافل ہوتا ہے جب کہ اندر میں عام آدمی کی طرح تقاضوں سے بھرپور زندگی گزارتا ہے۔

دوسری مثال مردہ جسم کی ہے۔ مرنے کے بعد خلیات میں تیزی سے ٹوٹ پھوٹ شروع ہوتی ہے، جسم گلنے لگتا ہے، جلد سے جلد تدفین کی جاتی ہے تاکہ مٹی ۔۔۔ مٹی میں مل جائے۔

آپ دونوں حالتوں کو کیا نام دیں گے ۔۔۔؟

نیند میں حرکت عارضی طور پر مادی جسم سے منقطع ہوتی ہے اور آدمی مٹی کے لباس کی کیفیات سے غافل ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد بھی توانائی اور حرکت کسی حد تک موجود ہوتی ہے جو جسم کو خاک و آب میں تبدیل کرنے کی ذمہ داری انجام دیتی ہے لیکن جس شے نے جسم کو سنبھالا ہوا تھا، وہ مٹی کے لباس کو مستقل طور پر چھوڑ کر دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے اور وہاں نیا لباس اختیار کر کے اسی طرح زندگی بسر کرتی ہے جس طرح یہاں کے معمولات تھے۔

آپ نے فالج زدہ ہاتھ دیکھا ہے۔ اس میں سوئی کی چبھن محسوس نہیں ہوتی مگر کوئی تیز دھار شے لگ جائے تو خون نکلتا ہے۔ فرد اپنی مرضی سے فالج زدہ ہاتھ نہیں ہلا سکتا اور نہ اس میں حرکت محسوس کرتا ہے مگر یہی ہاتھ تیز دھار شے کے عمل کو قبول کر کے ردّعمل ظاہر کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک جسم میں جان

ہے، ہاتھ کا عمل جاری رہتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ فالج میں فرد کا متاثرہ ہاتھ سے ذہنی ربط ٹوٹ جاتا ہے اور وہ اسے مرضی سے حرکت نہیں دے سکتا۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جسم تین رخوں کا مجموعہ ہے۔

- ایک رخ جسم ہے۔
- دوسرا رخ توانائی (حرکت) ہے۔
- تیسرا رخ جسم کو سنبھالنے والی شے ہے۔

جسم کا سفر خوردبین سے نظر آنے والے ذرّوں سے شروع ہوکر چھ ساڑھے چھ فٹ کے آدمی میں بدل جاتا ہے — اربوں خلیات کے اس مجموعے میں آنکھ، ناک، منہ، اعضا کی بناوٹ اور پورے جسم میں مماثلت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ جسم کو سنبھالنے والی قوت ایک ہے۔ وہ قوت ان خلیات کو خاص ترتیب میں جمع کرکے مخصوص شکل دیتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔ ساتھ ہی جسم کو حرکت دینے کے لئے ایک میکانزم ترتیب دیتی ہے۔ وہ میکانزم کیا ہے؟

تعلیمی درس گاہوں میں طالب علموں کو تجربہ کروایا جاتا ہے جس میں مردہ مینڈک کے جسم کی کسی رگ پر کرنٹ لگایا جاتا ہے۔ کرنٹ لگتے ہی مینڈک کے جسم کو جھٹکا لگتا ہے۔ مینڈک مرچکا ہے پھر کرنٹ لگنے پر حرکت کیسے ہوئی اور اس حرکت کو کس نے قبول کیا؟

ہاتھ گرم شے سے مس ہوجائے تو لمحے کے ہزارویں حصے میں ہم ہاتھ پیچھے کرلیتے ہیں۔ یہ عمل اتنی پھرتی سے ہوتا ہے کہ عام طور پر ہاتھ پیچھے کرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ یہ کس شے سے ٹکرایا ہے، وہ گرم شے کیا ہے؟

- ہاتھ گرم شے سے ٹکرایا
- گرمی کی اطلاع دماغ تک پہنچی
- دماغ نے ہاتھ کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا
- ہاتھ نے حکم کی تعمیل کی

لمحے سے کم وقفے میں انجام پانے والا یہ عمل حیرت انگیز عصبی نظام کی بنا پر ہے۔

ہر جسم مخصوص بناوٹ ہے جس میں حرکت کے لئے خاص طریقِ کار وضع ہے جیسے انگلیوں، کہنیوں، کلائیوں، کندھوں، گھٹنوں وغیرہ کے جوڑ اور کمر کے مہرے۔ ان جگہوں پر موجود پٹّھے پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔ پٹّھوں کے پھیلنے اور سکڑنے سے حرکت ہوتی ہے اور جوڑ مڑنے میں مدد ملتی ہے۔ مثلاً کلائی کے پٹّھے سکڑنے سے کلائی اندر کی طرف اور پٹّھے پھیلنے سے باہر کی

طرف حرکت کرتی ہے۔ اس حرکت کا حکم دماغ سے عصبی نظام کے ذریعے موصول ہوتا ہے۔

جسم ہمہ وقت دماغ سے ربط میں رہتا ہے۔ دماغ جسمانی اعضا کی حالت سے باخبر ہوتا ہے اور ضرورت کے مطابق احکامات جاری کرتا ہے۔ چھینک کے لئے منہ کھلنا، جماہی لینا، کسی کی پکار پر گردن کا گھومنا، سردی سے دانت بجنا اور اس قسم کے ہزاروں کام جو جسم کے ذریعے انجام پاتے ہیں، سب کے لئے پیغام کی ترسیل دماغ کے ذریعے ہوتی ہے۔

جسمانی نظام عجائبات سے بھرپور ہے تاہم عصبی نظام زیادہ حیرت انگیز ہے۔ دماغ جب کسی عضو کو حکم دیتا ہے تو نیوران (عصبی خلیے) کے ذریعے پیغام رسانی ہوتی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اعصابی خلیات کے اندر الیکٹرک کرنٹ متحرک ہوتا ہے اور یہ آپس میں کیمیائی مادوں کے ذریعے بات چیت کرتے ہیں۔

ہوا میں موجود لہریں کان کے پردوں سے ٹکرا کر برقی سگنلوں میں تبدیل ہوتی ہیں اور دماغ میں اس خانے کو روشن کرتی ہیں جس کا تعلق سماعت سے ہے۔ وہاں سے برقی رَو دوبارہ کان تک آتی ہے اور آدمی سنتا ہے۔ اسی طرح بولنے کے احکامات دماغ سے برقی سگنل کی صورت میں موصول ہوتے ہیں، ان کو وصول کرکے جب حرکت کی جاتی ہے تو ہوا کے ذریعے منہ سے لہریں نکلتی ہیں جنہیں ہم آواز کہتے ہیں۔

ایک نیوران (عصبی خلیہ) دوسرے نیوران کو اطلاع دیتا ہے تو اطلاع کو کیمیائی مادے میں تبدیل کرتا ہے۔ کیمیائی مادہ ایک نیوران سے دوسرے نیوران میں منتقل ہوتا ہے جہاں دوبارہ برقی سگنل میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اس طرح اطلاع کی ترسیل عمل میں آتی ہے۔

اطلاع کی منتقلی کا یہ طریقہ کائنات میں ہر جگہ رائج ہے کہ جب شے مظاہرہ کرتی ہے تو ایک طریقِ کار کے تحت اور جب کہیں پہنچتی ہے تو دوسرے طریقِ کار کے تحت۔

کرنٹ کسی ٹھوس شے کے جلنے سے پیدا ہوتا ہے مگر سفر کرنے کے لئے لہروں میں منتقل ہوتا ہے۔ آواز کی مثال ہم دے چکے ہیں۔ آواز، روشنی اور نیوران کی طرح بجلی بھی مقناطیس سے نکل کر الیکٹران کی حرکت میں منتقل ہوتی ہے جس کے بعد اس کا مظاہرہ ہوتا ہے جیسے بلب جلنا، پنکھے کا گھومنا وغیرہ۔ بجلی استعمال ہونے کے

بعد وہاں جاتی ہے جہاں سے آئی تھی۔ سمجھنے کے لئے بجلی کا میٹر دیکھئے جس میں ایک تار سے بجلی آتی ہے اور دوسرے سے واپس جاتی ہے۔

تالاب میں کنکر کی مثال آپ نے پڑھی ہے۔ کنکر گرنے سے لہریں اٹھتی ہیں یعنی تالاب میں لہریں اور لہر میں حرکت کی صلاحیت موجود ہے جو کنکر کے ذریعے نمایاں ہوئی۔ بالفاظ دیگر جس شے کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے، وہ اندر موجود ہے۔

مقناطیس گھومتا ہے تو اس میں موجود بجلی باہر آتی ہے۔ باہر آنے والی بجلی اندر موجود تھی اور مقناطیس میں ظاہر ہوئی۔ اسی طرح موم بتی کی لَو، بلب کے فلامنٹ (جو بلب کے اندر جلتا ہے) میں روشنی اور پنکھے میں حرکت خوابیدہ ہے۔ جب کہیں سے تحریک ملتی ہے تو ان میں چھپی ہوئی حرکت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

حاصلِ تفکر یہ ہے کہ آدمی حرکت کا نام ہے اور حرکت کا تعلق جسم کے بجائے اندر میں وجود سے ہے۔ وہ وجود کیا ہے، ہم اس سے واقف ہونے کے باوجود ناواقف ہیں۔ ناواقفیت کی وجہ قید ہے جو مٹی کے جسم کی شکل میں ہم نے خود پر طاری کی ہے — قید سے آزاد ہونے کا راستہ اندر میں ہے۔ خالقِ کائنات کا ارشاد ہے،

"اے گروہ جن و انس! اگر تم آسمانوں اور زمین سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔" (الرحمٰن: ۳۳)

اللہ تعالیٰ نے فرد کے اندر زمین و آسمان کے کناروں سے نکلنے کی صلاحیت ودیعت کی ہے۔ اس صلاحیت کو استعمال کرنے کے لئے جس محرک کی ضرورت ہے، قرآن کریم نے اسے "سلطان" کہا ہے۔

خیال کے میکانزم سے واقف ہوئے بغیر آدمی سلطان سے واقف نہیں ہوتا — سلطان وہ وجود اور علم ہے جس میں کسی بھی قید سے آزاد ہونے کی صلاحیت ہے۔

خیال کے نظام پر غور کریں تو کہیں قید و بند نظر نہیں آتی۔ خیال کی دنیا میں زمین و آسمان کے کنارے ملے ہوئے ہیں۔ خیال بھی ہمارے اندر ہے اور سلطان بھی۔ ہم اندر کی دنیا کو اہمیت نہیں دیتے اور جسم کو سب کچھ سمجھتے ہیں اس لئے ہم پر جسم کے خواص طاری ہیں۔ جسم قدم قدم پابند ہے جب کہ خیال آزاد ہے۔ جب فرد خیال کو اہمیت دے کر اندر میں دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ذہن کی رفتار بڑھتی ہے اور وہ ان خیالات

کو وصول کرتا ہے جو کائنات کی تشکیل اور نظامِ کائنات سے متعلق ہیں اور تخلیق میں تصرف کی صلاحیت کو بیدار کرتے ہیں۔

خلا میں جانے یا تیز رفتار جہاز اڑانے کی خواہش رکھنے والوں کے ذہن اور اعصاب کا امتحان ہوتا ہے کہ ان میں فضا کے دباؤ کو برداشت کرنے کی کتنی طاقت ہے۔ اس کے بعد انہیں ایک خاص کمرے یا ڈبّے میں رکھا جاتا ہے جسے سینٹری فیوج (Centrifuge) کہتے ہیں۔

سینٹری فیوج میں زمین بہت تیزی سے حرکت کرتی ہے۔ خلا میں جانے کے لئے راکٹ کو کم و بیش آٹھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرنا ہوتا ہے جس کے جسم پر خطرناک اثرات ہوسکتے ہیں لہٰذا حفاظتی تدابیر اپنائی جاتی ہیں جن میں مخصوص لباس شامل ہوتا ہے۔ سینٹری فیوج میں رفتار سے موافقت پیدا کی جاتی ہے تاکہ جب پائلٹ راکٹ یا جہاز اڑائے تو تیز رفتاری سے جسم کو نقصان نہ پہنچے اس لئے کمزور اعصاب کے افراد کا انتخاب نہیں کیا جاتا۔

اس تفصیل سے یہ تصویر سامنے آتی ہے کہ آدمی اور انسان دونوں حرکت یا رفتار ہیں۔ آدمی کی رفتار خیال کی رفتار سے بہت کم ہے جب کہ

رکاوٹ کی اہمیت

حرکت کا متضاد رخ رکاوٹ ہے—ہم رکاوٹ کو ناکامی سمجھتے ہیں جب کہ اس کی موجودگی سے حرکت ظاہر ہوتی ہے یعنی حرکت کے لئے رکاوٹ ضروری ہے۔ چکنی سطح پر چلنے میں دشواری پیش آتی ہے، گاڑیاں بھی مشکل سے گزرتی ہیں۔ کیوں—؟ کیوں کہ وہاں رکاوٹ بہت کم ہوتی ہے۔ رکاوٹ کی اہمیت کے بارے میں کسی نے کہا ہے،

تندیِ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

انسان خیال کی رفتار سے ہم آہنگ ہوتا ہے اور یہ رفتار اندر میں موجود ہے۔

مضمون کے شروع میں جسم کے تین رخوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک جسم، دوسرا توانائی یا حرکت اور تیسرا جسم کو سنبھالنے والی شے۔

مخلوق خیالات کی لہروں کا مجموعہ ہے۔ خیال وہ توانائی ہے جو جسم کو حرکت دیتی ہے۔ تیسرا رخ جو ان دونوں کی اصل ہے، صلاحیتیں اس کے اندر ذخیرہ ہیں۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ وہ رخ کون سا ہے جس کے ذریعے جسم میں حرکت کا نظام جاری ہے؟

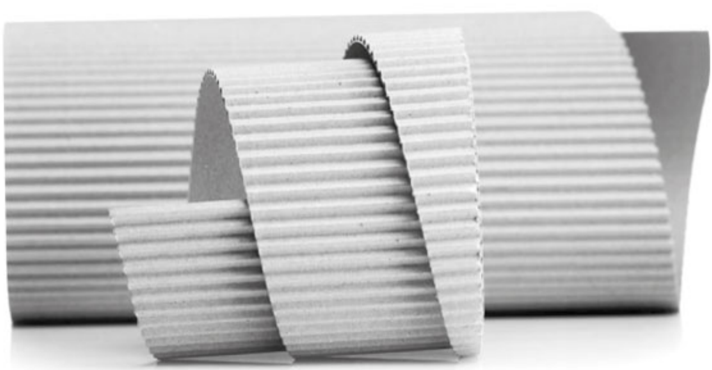

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

PRIME PACK INDUSTRIES

C-21, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

اقتباسات

"ماہنامہ قلندر شعور" کو گلدستہ بنانے کے لئے قارئین کی کوشش قابلِ قدر ہے۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے بھیج کر اس رسالے کا حصہ بن سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

تصوف میں سلطان کا مطلب چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ کوئی انسان زمینی شعور میں رہتے ہوئے چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرلے تو وہ زمینی شعور سے باہر نکل سکتا ہے۔ ہر آسمان ایک شعور ہے۔ آسمانی دنیا کو پہچاننے کے لئے ان شعوروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے آسمانی دنیا سے واقف ہونا ضروری ہے۔ جب انسان سات شعوروں کا ادراک حاصل کرلیتا ہے تو اس میں عرش معلیٰ کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔
(مرسلہ: ثمرہ۔ خانیوال، کتاب: احسان وتصوف)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے انسان کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔ صفات سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے یعنی انسان کے لئے یا کائنات کی تخلیق کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم کا مظاہرہ ہوا۔ جب ہم سورج کی طرف دیکھتے ہیں تو یہ بھی علم ہے۔ سورج کے بارے میں یہ کہہ کر ہم مطمئن نہیں ہوسکتے کہ سورج، سورج ہے۔ سورج اتنا بڑا علم ہے کہ اگر کوئی انسان کئی صدیوں تک زندہ رہے تب بھی سورج کے بارے میں اس کا علم محدود رہے گا۔ ایسے ہی چاند ہے۔ چاند جب چڑھتا ہے تو پانی میں جوار بھاٹا آجاتا ہے اور سمندر اچھلنے لگتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ چاند اور سمندر کا آپس میں ایک تعلق ہے جس کی بنیاد پر سمندر میں تلاطم پیدا ہوجاتا ہے۔ اس ربط کو ہم کیسے ڈھونڈیں گے—؟ یہ ایک علم ہے۔ علم حاصل ہوجائے گا تو ہمیں پتہ چل جائے گا کہ چاند کیا ہے۔ یہی حال زمین، آسمان اور کائنات کا ہے۔
(مرسلہ: حبیب۔ چکوال، کتاب: خطباتِ ملتان)

اگر کوئی شخص ہماری صحبت و مجلس میں اس صحرا نورد کی طرح سکون حاصل کرتا ہے جو انتہائی گرمی کے موسم میں اچانک کسی درخت کے سائے میں پہنچ کر اپنے تن بدن کی راحت محسوس کرتا ہے تو اسے ہماری صحبت مبارک ہے ورنہ وہ دوسری جگہ چلا جائے۔ ہمارے ہاں کشف و کرامت کی دنیا نہیں بلکہ عالمِ الوندی ہے۔ (مرسلہ: ڈاکٹر عمیر۔ اسلام آباد، کتاب: انفاس العارفین)

جس طرح ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ اولاد ان کا ادب اور احترام کرے اسی طرح ماں باپ کا یہ فرض بھی بنتا ہے کہ وہ اولاد کو کوئی ایسی بات نہ سکھائیں جو آگے چل کر اولاد کے لئے پریشانی اور مصیبت کا سبب بن جائے۔ کوئی بچہ اس وقت تک بڑا نہیں ہو سکتا جب تک والدین اس کی دیکھ بھال نہ کریں، اس سے محبت نہ کریں اور اس کی ضروریات کی کفالت نہ کریں — جس طرح انسانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اولاد کی نگہداشت کریں، اس کی تربیت کریں، اسی طرح اولاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ جب انہیں ادب اور احترام کرنا سکھا دیا جائے تو اپنے والدین اور بزرگوں کا پورا پورا ادب کریں۔ (مرسلہ: شاداب مغل۔ متحدہ عرب امارات، کتاب: ہمارے بچے۔ اول)

جب کسی فرد کو صبر و استغنا کی دولت مل جاتی ہے تو اس پر سے مصائب و مشکلات کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور جب من حیث القوم صبر و استغنا کسی قوم کے مزاج میں رچ بس جاتا ہے تو معاشرہ سدھر جاتا ہے۔ (مرسلہ: معصومہ شفیق۔ حیدرآباد، کتاب: آوازِ دوست)

زمین پر سورج کی شعاعیں سال کے مختلف مہینوں میں مختلف زاویوں سے پڑتی ہیں۔ اس طرح مختلف خطے درجۂ حرارت کی انتہائی مختلف مقداروں کا سامنا کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ہواؤں کی عالمی گردش، بارش، سیلاب، برفباری اور طوفان رونما ہوتے ہیں۔ ہر خطہ ایک مناسب وقت کے لئے درجۂ حرارت کی ایک مخصوص مقدار برقرار رکھتا ہے، اسے موسم کہتے ہیں۔ (مرسلہ: حماد محمود۔ کراچی، کتاب: فلکیات)

محمد عدنان خان

پورب کے ہم زاد

رنگ و چمن، عروج و زوال، عشق و مستی اور فنا و بقا کے رنگوں سے معمور صدیوں پر محیط داستان جس کی مکانیت تبت کی فلک بوس چوٹیوں سے لے کر ٹیکسلا کی سرسبز وادیوں تک پھیلی ہوئی ہے۔

ردا کو ٹیکسلا میں صدیوں پرانے کشان دورِ حکومت کا شہزادہ ملا جو اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ شہزادے سے دور رکھنے کے لئے مکروہ صورت بوڑھا بجر ولال سامنے آیا اور پریشانیوں کا آغاز ہوا۔ ایک بزرگ نے ردا کی راہ نمائی کی۔ اس دوران وہ ایک حادثے میں کوما میں چلی گئی۔ اسپتال میں اس کے اندر سے روشنی کا پرت نکلا اور ماضی میں سفر کرتے ہوئے ہزاروں سال پہلے کے تبت میں داخل ہوا جہاں پہاڑ پر عبادت گاہ اس کا مسکن بنی۔ ردا سے پہلے یہاں بزرگ خاتون رہتی تھیں جو شہزادے کی وجہ سے علاقہ چھوڑ کر اپنے استاد کے پاس تبت آگئیں۔ وہ کم عمر تھیں مگر کرامات کی وجہ سے لوگوں میں بزرگ خاتون کے نام سے مشہور ہو گئیں۔ شہزادہ ان کی تلاش میں نکلا۔ لچھاوی اور راجا پدل نے دونوں کو جان سے مارنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ بزرگ خاتون نے کچھ عرصہ نالندہ میں بھی قیام کیا۔ نالندہ یونیورسٹی جلنے کے بعد شہزادے نے سمجھا کہ دل کی دنیا ویران ہوگئی ہے۔ وہ تبت میں استاد یوگدیپ کے پاس آیا جنہوں نے ریاضت کے لئے غار میں بھیج دیا۔ غار میں ریاضت کے کچھ عرصے بعد شہزادے کی باطنی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بزرگ خاتون زندہ ہیں۔ وہ میکانکی انداز میں اٹھا اور غار کی رکاوٹیں ہٹا کر باہر آگیا۔ ادھر جوبی پہاڑ پر ردا کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور وہ نامعلوم مقام کی طرف عازمِ سفر ہوئی۔

جوبی پہاڑ سے روانہ ہوئے تو گورخر کی رفتار غیر معمولی تیز تھی — وہ میری جانب سے کوئی اشارہ ملے بغیر دوڑ رہا تھا یعنی بتانے والوں نے اسے بتادیا تھا کہ کہاں جانا ہے جب کہ میں اب تک لاعلم تھی۔ کچھ دیر بعد اندازہ ہوا کہ اس کا رخ اس درس گاہ کی جانب ہے جو نالندہ یونیورسٹی سے آنے والے اساتذہ اور طلبا نے لچھاوی اور اس کے چیلوں سے بچنے کے لئے محفوظ مقام پر قائم کی تھی۔ اس کے مہتمم اعلیٰ بھی چنشو تھے۔ سفر کے ساتھ قیام و طعام کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

حیوانات باشعور مخلوق ہیں۔ بعض معاملات میں آدمی سے زیادہ سمجھ داری اور صلاحیتوں کا

مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ گورخر واقف تھا کہ اسے کس راستے سے اور کہاں جانا ہے۔ میں اس سفر سے مطمئن تھی۔

جب ہم نالندہ یونیورسٹی کے نئے مقام پر پہنچے تو یہ دیکھ کر خوش گوار حیرت ہوئی کہ چنشو چند طلبا کے ہمراہ استقبال کے لئے موجود تھے۔ گویا میری آمد کی پہلے سے خبر تھی۔

سب بہت محبت سے ملے۔ پُر تکلف کھانے کا اہتمام اور آرام دہ کمرے کا انتظام کیا گیا۔ مہمان خانہ پتھروں پر چھپر کھٹ سے بنایا گیا تھا۔ یہاں چند روز کا قیام اس طرح ترتیب دیا گیا تھا کہ اس میں مختلف موضوعات پر لیکچر اور طلبا سے تبادلۂ خیال کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کی مشقیں شامل تھیں۔ اس ماحول میں اندر میں علم کے ذوق کو مزید جِلا ملی۔ دن گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔

یہاں آکر مجھے یونیورسٹی کے دن یاد آگئے۔ میں سوچ رہی تھی کہ ماضی کس طرح بھول کے خانے میں چلا جاتا ہے اور پھر کوئی ایک واقعہ اسے حافظے کی اسکرین پر نمایاں کر دیتا ہے۔

ایک مصروف دن کے اختتام پر چنشو نے اجتماعی مراقبہ کروایا اور مجھے اپنے سامنے بٹھایا۔ مراقب ہوتے ہی دماغ میں کوئی شے رینگتی ہوئی محسوس ہوئی۔ پھر ایسا لگا کہ کسی نے جھماکوں کے ساتھ دماغ سے جڑے ربر کے تار کھینچ کر توڑ دیئے ہیں۔ تاروں کے ٹوٹتے ہی میں کسی نادیدہ بوجھ سے آزاد ہوگئی اور دماغ کی اسکرین پر دور دراز کے مناظر روشن ہوگئے۔

دیکھا—شہزادہ جے ونت لدھیانہ کی سرائے میں کھانا کھا رہا تھا۔ پاس بیٹھی باگیاوتی اپنائیت کا اظہار کر رہی تھی۔ سادہ لوح شہزادے کے گرد جال بچھا دیا گیا تھا۔ لگتا تھا کہ وہ جال میں پھنس گیا ہے۔ شہزادے نے گفتگو کے دوران دھرما راجیکا کا نام نہیں لیا مگر اپنی ماں لچھاوی کی طرح عیار باگیاوتی نے ایک دو اشاروں سے شہزادے کی منزل کا پتہ لگا لیا۔ شہزادے کا خیال تھا کہ باگیاوتی سے اس کی ملاقات اتفاق ہے۔

تھوڑی دیر بعد شہزادے نے تکان ظاہر کرتے ہوئے معذرت کر کے اجازت لی اور وہاں سے رخصت ہونے میں دیر نہیں لگائی۔

باگیاوتی کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہرکاروں کے ذریعے لچھاوی تک خبر پہنچا دی گئی۔ لچھاوی نے جو پوری

تیاری کے ساتھ اطلاع کی منتظر تھی، سپاہیوں کو فوراً دھرماراجیکا روانہ کیا۔

سپاہیوں کی دھرماراجیکا کی طرف روانگی کی خبر جاسوسوں کے ذریعے شہزادے کے والد کنڈل کڈفیز تک پہنچی تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ سمجھ گیا کہ بیٹے کے گرد گھیرا تنگ کیا جارہا ہے۔ اس نے شہزادے کی ماں کو اپنے وفادار سپاہیوں کے ہمراہ یہ کہہ کر دھرماراجیکا روانہ کیا کہ وہاں پہنچ کر معاملات سنبھالیں، میں بھی آرہا ہوں۔

بیٹے کی زندگی خطرے میں دیکھ کر ملکہ نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ وہ جلد سے جلد بیٹے تک پہنچنا چاہتی تھی۔

گھوڑوں کا تنفس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ سانس کی تیز آمدورفت سے ان کے نتھنے پوری طرح کھل گئے تھے اور ٹاپیں زمین کو چھوتے ہی فضا میں اٹھ جاتی تھیں۔ میں ٹاپوں کی ضرب سے اڑنے والی دھول دیکھ رہی تھی۔ ادھر لچھاوی کے سپاہی بھی گھوڑے دوڑا رہے تھے۔

ایک دوڑ شہزادے کو بچانے کے لئے تھی جس کی سربراہی اس کی ماں کر رہی تھی اور دوسری دوڑ اس کے خاتمے کے لئے تھی۔ ان حالات میں جب دشمن بیٹے کے تعاقب میں تھے، ماں ہار مان جائے، یہ ممکن نہیں تھا۔

لچھاوی کے سپاہی لدھیانہ سے گزر کر موجودہ دور کے پٹھان کوٹ میں داخل ہو چکے تھے۔ انہوں نے آرام کی غرض سے جس سرائے میں قیام کیا، وہاں جنگلی حشرات کی بہتات کے سبب لوگ قیام کرنے سے گریز کرتے تھے۔ سپاہیوں کے پاس زہریلے حشرات سے بچنے کے انتظامات تھے۔ انہوں نے گھوڑوں کو باندھنے کی بجائے آزاد چھوڑ دیا۔ خود دریائے چکی کے تازہ پانی سے ہاتھ منہ دھو کر لیٹ گئے۔

سرائے دریا کنارے تعمیر کی گئی تھی۔ انہیں لیٹے تھوڑی دیر گزری تھی کہ کھانے کی خوش بو نتھنوں سے ٹکراتے ہی تکان پر بھوک غالب آگئی۔ سب اٹھ کر بیٹھ گئے۔ بھنے ہوئے گوشت کے ساتھ دیگر چیزیں دسترخوان پر سجادی گئی تھیں۔ سب کھانے پر ایسے ٹوٹے جیسے صدیوں کے بھوکے ہوں۔

شومئ قسمت کہ گوشت بھوننے کے دوران اس میں زہریلا بچھو گر گیا تھا۔ بڑی دیگ میں کھانا پکنے کی وجہ سے باورچی کو خبر نہیں ہوئی۔ پٹھان کوٹ کی ریتیلی زمین بچھوؤں کا مسکن

تھی۔ اس کے زہر نے بھنے ہوئے گوشت کا مزا دوبالا کر دیا جب کہ مسالوں اور خوش بودار جڑی بوٹیوں سے اس کی بدبو دب گئی۔

سپاہیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا کہ پتہ نہیں اگلے کھانے میں کتنا وقفہ ہو۔ جسم میں سانس لینے کی گنجائش نہیں تھی، وہ سو گئے۔

آدھے ایک گھنٹے کی بات ہو گی کہ زہر نے اثر دکھایا۔ کسی کے اعصاب جواب دے گئے، کوئی چوپائے کی طرح ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل قے پہ قے کرتا دکھائی دیا۔ سرائے میں ایک کہرام بپا تھا۔ کیا مہمان، کیا میزبان، جس نے بھنا ہوا گوشت کھایا، وہ تڑپ رہا تھا۔ لے دے کے بوڑھا مہتر (جمعدار) رہ گیا تھا اور اس کے بچنے کی وجہ پرہیزی کھانا تھا۔

کیمپ کے نگراں افسر نے مہتر کو بھیجا کہ حکیم کو لے کر آئے۔ حکیم کے آتے آتے بیشتر سپاہی ساکت ہو چکے تھے، باقی ادھ موئے پڑے تھے۔ علاج کے بعد جو لوگ بچے، حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل نہیں تھے، دھرماراجیکا کیسے پہنچتے! قدرت نے لچھاوی کے مذموم ارادے کو ایک بار پھر ناکام بنا دیا۔

ادھر شہزادے کی ماں تکشاشیلا (ٹیکسلا) پہنچ چکی تھی۔ اس نے بیٹے کو حالات کی سنگینی سے باخبر کیا تو وہ ششدر رہ گیا۔ وہ بزرگ خاتون کے تصور میں اتنا کھو گیا تھا کہ خود اپنی خبر نہیں تھی۔ اب جو غور کیا تو پرت در پرت کھلتے چلے گئے۔ لچھاوی کی بزرگ خاتون کے ساتھ دشمنی اس پر عیاں ہو چکی تھی، وہ راجا پدل کا ساتھ دے رہی تھی۔ یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ باگیاوتی کی ہر ملاقات سازش تھی۔ لچھاوی نے بزرگ خاتون کو تلاش کرنے کے لئے باگیاوتی کو استعمال کیا تھا۔ وہ شہزادے کے پیروں کے نشان دیکھتے دیکھتے نالندہ کی درس گاہ تک پہنچی تھی۔ اب اس کا رخ دھرماراجیکا کی طرف تھا۔

حقیقت جان کر شہزادے کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ خود سے بے خبر بزرگ خاتون کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا اور یہی سمجھتا رہا کہ وہ اس سے پہلو تہی کر رہی ہیں جب کہ وہ سب کی نظروں سے اوجھل رہ کر شہزادے کی حفاظت کر رہی تھیں۔

شہزادہ یہ سوچ کر نادم ہو گیا کہ بزرگ خاتون چالاک دشمن کے ساتھ ساتھ شہزادے جیسے نادان دوست کی وجہ سے دربدری کی زندگی بسر

کرنے پر مجبور تھیں۔ بہر حال حالات کا تقاضا یہ تھا کہ مقصد کے حصول میں دیر نہ کی جائے۔

سرائے میں جو ہوا، لچھاوی تک خبر پہنچ چکی تھی۔ اس نے اگلا دستہ بھیجنے میں دیر نہیں لگائی۔ اس کا فنِ حرب سے کیا لینا دینا تھا، وہ نفرت کی آگ میں جل کر جذبات کی رَو میں فیصلے کر رہی تھی۔ پہلا دستہ زہر خورانی کا شکار ہوا تھا، اس نے حفظِ ماتقدم کے تحت دوسرے دستے کے پیچھے تیسرا دستہ بھی روانہ کر دیا تاکہ ناکامی کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

وہ بزرگ خاتون اور شہزادے کے خاتمے کے لئے راجا پدل کی سلطنت میں مداخلت کر کے اس کے اقتدار کو کمزور کر رہی تھی جس سے راجا کنڈل کڈ فیزز کو اپنے سپاہیوں کو منظم کرنے کا موقع مل گیا تھا۔

سب کچھ اس تیزی سے ہوا کہ جب راجا پدل کو ہوش آیا تو کنڈل کڈ فیزز کے سپاہی سب کچھ تہس نہس کرتے ہوئے محل میں داخل ہو چکے تھے۔ بہت سے سپاہی مارے گئے، کچھ گرفتار ہوئے، لچھاوی خفیہ راستے سے فرار ہو گئی۔ اس کے خاندان کا کوئی فرد باقی نہ بچا۔ لچھاوی کا زندہ رہنا اس کی سزا تھی۔

راجا کنڈل کڈ فیزز بھائی سے اقتدار واپس لیتے ہی اپنے محافظوں کے ہمراہ تکشاشیلا روانہ ہوا۔

شہزادہ جب ملکہ یعنی والدہ کے ہمراہ دھرما راجیکا پہنچا تو مالیگا نے ان کا استقبال بزرگ خاتون کے سرپرست کی حیثیت سے کیا۔ یہ شہزادے کی مالیگا سے دوسری ملاقات تھی۔ پہلی ملاقات تب ہوئی جب مالیگا سفلی علم سے وابستہ تھا۔ اس نے ہمالیہ کے پہاڑوں میں بھٹکتے شہزادے کو ہپناٹائز کر لیا تھا۔ اب دونوں کی شخصیت بدل چکی تھی۔ نہ مالیگا کی حیثیت جادوگر کی رہی تھی اور نہ شہزادہ کوئی عام فرد تھا کہ جسے ہپناٹائز کیا جا سکے۔

اسے بزرگ خاتون کے سرپرست کی حیثیت سے دیکھ کر شہزادے کو حیرت ہوئی۔ مالیگا بھی شہزادے کی روحانی ترقی دیکھ کی حیران تھا۔ مہتمم اعلیٰ چنشو سمیت سب نے مہمانوں کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔

دونوں فریقین کو حالات کی سنگینی کا علم تھا۔ اس کے باوجود ایک پردہ تھا جس کے پیچھے کیا تھا، کسی کو خبر نہیں تھی۔ معاملہ بزرگ خاتون کا تھا لہٰذا ادب بھی تجسس کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ یہ

لوگ ماضی اور مستقبل میں کسی حد تک دیکھنے کی صلاحیت رکھتے تھے مگر یہ پردہ کیا تھا اور کیوں تھا، جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔

ملکہ نے آمد کا مدعا پیش کیا۔ چوں کہ اس رشتے میں بزرگ خاتون کی رضامندی تھی لہٰذا مالیگا اور چنشو نے ان کے سرپرست کی حیثیت سے کسی شرط کے بغیر رشتہ قبول کیا۔ حالات کے پیشِ نظر شادی اگلے روز ہونا طے پائی۔

شہزادے کے چہرے پر دل آویز مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ جس کے لئے آیا تھا، اب تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور نہ دیکھا تھا۔ دل ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تاب تھا۔

مالیگا نے بزرگ خاتون کی خدمت میں تمام باتیں پیش کیں۔ راہو اور کاہو بھی موجود تھے۔ وہ بے چین تھے کہ اس قدر عجلت میں یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔ بزرگ خاتون کا ان لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ وہ کم عمری میں یتیم ہو گئی تھیں۔ آج اپنے ماں باپ بہت یاد آئے۔

مالیگا نے ان کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی چمک جسے وہ خوب صورتی سے چھپائے ہوئے تھیں، دیکھ لی تھی۔ راہو اور کاہو کی کیفیات بھی کچھ مختلف نہ تھیں۔ انہوں نے بھی اپنی محسنہ کی آنکھوں میں تیرتی ہوئی نمی دیکھ لی تھی۔ ایک مرحلہ تھا، سب کو مل کر جس سے گزرنا تھا۔

شہزادے کی مقصد تک رسائی کی لگن اور قربانیوں نے تاریخ رقم کر دی تھی۔ میں دیکھ رہی تھی کہ فضا کا رنگ تیزی سے بدل رہا تھا۔ نیلگوں آسمان کی وسعت پر چھائے سکوت کے بادل لرزہ بر اندام تھے۔

مختصر وقت میں سادہ تقریب کے انتظامات کئے گئے۔ یہ رشتہ بزرگ خاتون کے شایانِ شان تھا۔ شہزادیوں جیسا حسن اور قد کاٹھ رکھنے والی بزرگ خاتون کو لینے شہزادہ آپہنچا تھا۔ سب خوش تھے مگر ساتھ ہی اپنی محسنہ سے دوری کے خیال نے انہیں افسردہ کر دیا تھا۔

شہزادے کا شادی کے بعد چچا راجا پدل سے نمٹ کر راجاؤں کے شایانِ شان جشن منانے کا ارادہ تھا۔ خبر نہیں تھی کہ اس کا باپ راجا پدل کا قلع قمع کر چکا ہے۔ وہ فی الحال اتنا جانتا تھا کہ اسے ہلاک کرنے کے لئے سپاہیوں کا نیا دستہ روانہ کیا جا چکا ہے۔ (قسط: ۴۴)

تجمل
Tajammal
TRAVELS (PVT) LTD.

IATA
ACCREDITED AGENT
IATA Code: 27342433

تجمل ٹریولز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

تجمل للسفریات (الخاصه) المحمدوده

ویزہ + ایئرلائن ٹکٹ

ہوٹل + زیارات ٹرانسپورٹ

بجٹ پیکج
اکانومی پیکج

5 ہوٹل کی بکنگ

ٹی ایچ اے اوورسیز ایمپلائمنٹ پرموٹرز

شبعۃ تی ایچ اے (THA) لتطور الامور تتعلق بالعمال/الموعطفین الاجانب

THA
OVERSEAS EMPLOYMENT PROMOTERS
Licence No. 4189/LHR
(خصۃ تسعۃ:۴۱۸۹/ایل ایچ آر)

- Labour Visa
- Skilled Visa
- Un Skilled Visa

thaoep1@gmail.com

متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، قطر
ملائشیا، میں ملازمت کے شاندار مواقع

رانا تجمل حسین
CEO

+92 300 6654 211
+92 302 1165 300
+92 321 6680 266
+92 41 2641 904

Office No. 54, Gate No. 5, Iqbal Stadium. Faisalabad. PK

حضور قلندر بابا اولیاؒ

حیات، حالات، تعلیمات اور کائنات

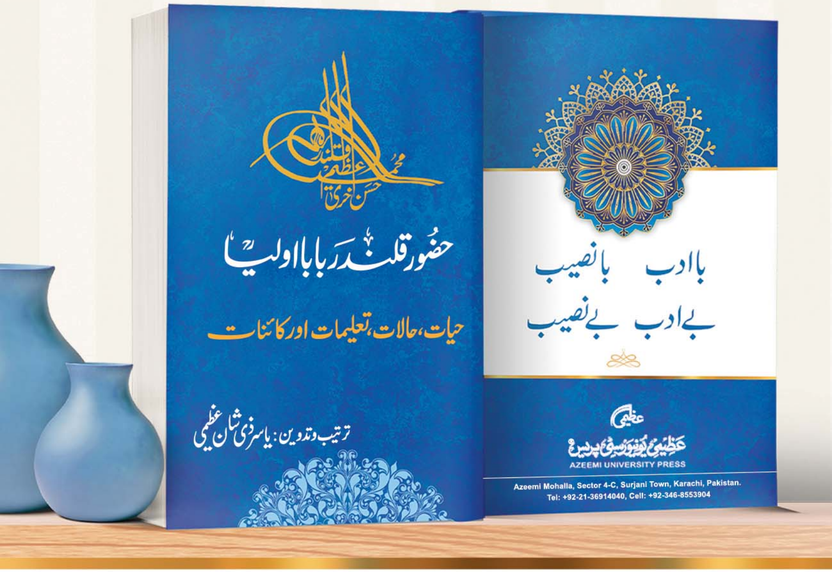

"حضور قلندر بابا اولیاؒ کے اقوالِ زریں
اور خزینہ علومِ تکوین اور فنون و علوم کے
بارے میں دستاویز..."

ملنے کا پتہ:

یاسر ذی شان عظیمی رابطہ نمبر : +92-321-7120100

عظیمی یونیورسٹی پریس رابطہ نمبر : +92-213-6417843

محمد اسد اللہ

تخمِ مرغ

مرغی یا اس قسم کے کسی اور پرندے کے انڈے دراصل لہروں کے ان دائروں کی مانند ہیں جو کسی پتھر کے گرنے سے تالاب کی سطح پر ابھرتے ہیں۔

آج صبح بیگم کی عدم موجودگی میں کچن پر میرا راج تھا۔ ایک گوشے میں رکھا ہوا چولہا کسی پژمردہ، اداس اور بجھے بجھے سے آدمی کی طرح جان سے بیزار جل رہا تھا۔ اس پر رکھے برتن میں پانی کے اندر ایک سفید براق انڈا شاہانہ جاہ و جلال سے متمکن تھا جیسے سارا برتن اسی کی ملکیت ہو۔ ابلتے ہوئے پانی کی برہم* و متلاطم لہروں کے درمیان انڈا اس طرح تھا جیسے سمندر کے بیچ چھوٹا جزیرہ!

اپنے خول میں بند خود مرکزیت کے شکار آدمی کی طرح میں نے موصوف کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ چولہے کی دھیمی دھیمی آنچ میں اس کے زوال کے اسباب ابھی پوری طرح یکجا نہیں ہوئے تھے البتہ اس کی مملکت میں برپا ہونے والی طوائف الملوکی* میرے پیٹ میں سر ابھار رہی تھی۔ مخالف طاقتیں میرے 32 دانتوں میں مرتکز ہو کر جنگ کی تیاریوں میں مصروف تلواریں تیز کر رہی تھیں۔

یہ طوائف الملوکی جو بھوک کے چوہوں نے میرے اندر برپا کر رکھی تھی، مجھے کائنات سے ہم رشتہ دکھائی دی۔ محسوس ہوا کہ بھوک ایک عالمگیر تحریک ہے جس کا دفتر آدمی کے شکم میں ہے مگر اس کی ساری کارکردگی آدمی سے باہر پھیلی ہوئی ہے۔ ہوسِ جاہ، محبت کی تلاش، شہرت کی خواہش، اپنائیت کی بھوک، احساسِ برتری۔ یہ سب اس کے چہرے ہیں۔

مرغی یا اس قسم کے کسی اور پرندے کے انڈے دراصل لہروں کے ان دائروں کی مانند ہیں جو کسی پتھر کے گرنے سے تالاب کی سطح پر ابھرتے ہیں۔ ہر دائرے کے بطن سے ایک نیا

* برہم (مشتعل، الٹ پلٹ، تہ و بالا) * طوائف الملوکی (بد نظمی۔ لا قانونیت)

دائرہ جنم لیتا ہے اور پھیلتے پھیلتے اپنے وجود کی حدوں سے پرے نکل جاتا ہے۔

کرہ ارض بھی تو وقت کی پُرسکون آبی سطح پر ایک پتھر کی طرح اچھال دیا گیا ہے۔ اس گہرے زخم سے بلبلاتی متلاطم لہریں تا ابد تخلیق کے دائروں کو جنم دیتی رہیں گی۔

انسانی یا حیوانی سطح پر تخلیق کا ہر نشان پوری کائنات کی تکمیل کی طرف اٹھتا ہوا قدم ہے۔ ہر انڈا حلیے بشرے سے تکمیلیت کی ایک عجیب سی آسودگی سے سرشار نظر آتا ہے تو اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے خاندان کا چراغ اس کی ذات میں روشن ہے بلکہ آئندہ نسلوں کی پوری فوج اس کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ وہ وقت کی طویل زنجیر میں ماضی اور مستقبل کے درمیان ایک اہم کڑی ہے۔

تخلیق خواہ بچوں کی ہو یا شاعری میں نظموں کی، اس سے پہلے تخلیق کار کی زندگی میں ایک ایسا پُر اضطراب لمحہ ضرور آتا ہے جب ذوقِ آئینہ داری تخلیق کار کے ہاتھوں میں ایک آئینہ تھما دیتا ہے۔ تب تنگیِ عرصۂ حیات سے باہر بہت دور تک پھیل جانے کی آرزو، زمان و مکاں کی حدیں پھلانگ کر وجودِ خاکی سے ماورا ایک دنیا ڈھونڈ نکالتی ہے۔ جب بھی کوئی بچہ اس دنیا میں داخل ہوا یا کسی پرندے کے من موہنے چوزے نے انڈے کا خول توڑ کر سر باہر نکالا تو محسوس ہوا کہ زندگی کی تجدید ہوگئی۔

کبھی یوں محسوس ہوا جیسے وہ اپنی نسل کی چلتی ہوئی ٹرین میں سوار ہے اور کھڑکی کھول کر باہر دیکھ رہا ہے کہ اس زنجیر کا تسلسل کہیں حوادثِ زمانہ کے ہاتھوں بکھر کر ختم تو نہیں ہوگیا۔

ان لمحوں میں اسے بچہ سمجھئے نہ چوزا! وہ تو سینوں میں موجزن "امر" ہوجانے کی اک توانا خواہش کا جیتا جاگتا سراپا ہے جو رہتی دنیا تک بکھرتی رعنائیاں دامنِ نگار میں سمیٹنے کے لئے چوزے کی شکل میں ڈھلتا رہے گا۔

کیا عجب کہ ہماری دونوں آنکھیں بھی اس پہلے آدمی کی امانت ہوں جس نے فرشِ خاک پر گزر بسر کے لئے اول اول ساز و سامان سجایا اور پھر زندگی کو بڑی محبت سے گلے لگا کر روئے زمین پر اس کے پھولنے پھلنے کا سہانا خواب دیکھا۔ وہ آنکھ جو زندگی کو تا ابد بنتے سنورتے دیکھنے کی مشتاق تھی، خاندانی نشانی کے طور پر ہم تک پہنچی ہے۔ یہ سلسلہ تا ابد جاری رہے گا۔

بھوک کی گرہ در گرہ زنجیر کا سلسلہ صدائے بازگشت کی طرح کائنات کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ ہر ذی روح اس کائنات کا ایک گوشہ ہے جہاں بھوک گونج رہی ہے۔ اب یہی دیکھئے کہ موسمِ سرما کے اوائل میں زمین نے جو بیج نگل لئے تھے، انہیں اس نے آغازِ گرما میں خوشۂ گندم بنا کر پیش کر دیا۔ مرغی نے وہی دانے چٹ کرکے انڈا دیا— یہ انڈا میں چبا جاؤں گا اور زمین ایک دن میرے بدن کو لقمہ بنا کر ایک دائرہ مکمل کرے گی۔ بہر حال زمین ہم سب سے بڑی مچھلی ہے۔ کائنات کے اس طویل و عریض سمندر میں کتنی بڑی بڑی مچھلیاں سیاروں کی صورت تیرتی پھر رہی ہیں۔

میں جب بھی کھیتیوں میں لہلہاتے ہوئے گیہوں کے خوشے دیکھتا ہوں، میرے ذہن میں یہ خیال سر سراتا ہے کہ دھرتی ایک شکاری کی طرح اپنے کاندھے پر چھڑی (fishing rod) لٹکائے آدمی نما مچھلیوں کے شکار پر نکلی ہے۔ دھیرے دھیرے لوگ اس کے پیٹ میں جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ یہی دانۂ گندم کل ابلیس کے ہاتھوں میں کانٹا بن گیا تھا، آج زمین ہمیں اس میں پھنسا کر دھیرے دھیرے اپنے حلق تک کھینچ رہی ہے۔ نظر اٹھا کر دیکھیں اور غور کریں تو اس دھرتی پر لذائذِ ارضی کے سینکڑوں کانٹے ہماری گھات میں نصب، ہمارے اندر چھپے ہوئے بھوک کے نئے نئے چہرے تلاش کر رہے ہیں۔

درمیان میں جب میں نے انڈے کو الٹ پلٹ کر دیکھا تو وہ زرد مائع اور ابلی ہوئی ٹھوس شکل کے بیچ buffer state* بنا ہوا تھا۔ یوں تو انڈا بذاتِ خود ایک buffer state ہے کیوں کہ قدرت نے انڈا دینے کے منصبِ جلیلہ پر جس جاندار کو فائز کیا ہے، اسے جزوی طور پر تخلیق کار کا منصب بھی عطا کیا ہے۔

انڈا دراصل ایک چوراہا ہے۔ اگلے راستے کے انتخاب کا حق اس شخص کو عطا کیا گیا ہے جس کے ہاتھ میں انڈا ہے۔ انڈے کے بیضوی وجود پر نظر ثانی کے بعد مجھے اس خیال سے خوشی ہوئی کہ "مرغی بی بی" نے انڈے کی شکل میں مجھے یہ اختیار دیا ہے کہ میں چاہوں تو اسے کچا پی جاؤں، ابالوں، آملیٹ بناؤں یا مرغی کے پروں تلے رکھ کر اس سے چوزے برآمد کروں پھر پال پوس کر

* بفر اسٹیٹ (دشمن ملکوں کے درمیان غیر جانب دار حائل ریاست)

بڑا کرنے کے بعد اس کی گردن پر چھری پھیر کر عیش کروں۔ منزل تو بہر حال ان تمام راستوں کی میرا پیٹ ہے۔ تمام راستے پیٹ سے شروع ہوتے ہیں اور وہیں جا کر دم توڑ دیتے ہیں۔

انڈے کا بیضوی وجود اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر جاندار حیات و موت کے دائروں کا قیدی ہے۔ چھلکے تلے موجود چوزے کو مژدہ ہو کہ اس سے قبل ہزاروں بیضوی دروازے اسی کی ذات پر بند تھے پھر ایک ایک دروازہ کھلتا گیا اور اب رہائی کا لمحہ آخری دروازے کی چابیاں تھامے آ پہنچا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ چوزا چھلکے نما دائرے کو توڑ کر ایک نئے دائرے میں قدم رکھتا ہے۔ عین اسی وقت ایک نئے دائرے میں پھنس جاتا ہے اور کسی دن بھوکے چوہوں کی سمفنی* سے گونجتے ہوئے دائرے یعنی پیٹ میں پہنچ کر زندگی کا دائرہ مکمل کرتا ہے۔ اس طرح وہ نئے دائرے کو تقویت پہنچاتا ہے۔

پرندے رحمِ مادر سے انڈے میں منتقل ہوئے۔ پھر دنیا میں آ کر انڈے کے غلاف سے نجات پائی۔ ہم سیدھے رحمِ مادر سے دنیا میں تشریف لائے۔ اس صورت میں کیا ہماری دنیاوی زندگی اس کائنات کے انڈے میں قیام کا عرصہ ہے؟

کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب آسمان کا یہ طویل و عریض چھلکا ٹوٹے گا اور کروڑہا انسانی چوزے میدانِ حشر میں کلبلاتے پھریں گے۔ ابھی تو وقت کا پرند کائنات کے انڈے کو گرم پروں میں چھپائے بیٹھا ہے۔

دسمبر کی دھوپ کتنی دیر سے مجھے اپنے نرم پروں میں دبوچے بیٹھی ہے۔

کیا میرا وجود بھی گول مٹول بیضہ ہے؟

میری سوچوں میں زرد زرد مائع بہتا ہے۔ اداسی کے زرد سیال میں اجلی اجلی خواہشیں کُٹکٹاتی ہیں۔ اس میں غلامی کے پنجوں سے آزاد ہوتی ہوئی بے باک صبح کا نعرۂ مستانہ، مرغ کی بانگ میں ڈھل کر گونجتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ میرے وجود کے سخت خول میں ایک خوابیدہ زندگی لفظ قُم* کی منتظر ہے۔ میں اس کی آواز سننے کی کوشش میں ہوں۔ میری طرح پوری انسانیت اس آواز پر کان لگائے بیٹھی ہے۔

---

* سمفنی (ہم آہنگی، ہم صوتی) * قم (اٹھ کھڑا ہو)

عابد محمود

جل پری

یہاں کی صبح بھی عجیب تھی اور راتوں کی کسی کو خبر نہیں تھی۔ سب رات سو کر گزارتے اور صبح ہوتے ہی بھاگ دوڑ میں لگ جاتے۔ پھر تھک کر رات کو سو جاتے۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ لوگ تھکن دور کرنے کے لئے سوتے ہیں اور تھکن سے دوچار ہونے کے لئے کام کرتے ہیں۔

میں جل پری ـــ اس لاتناہی سمندر کا جز ہوں جو حیات بن کر رگ وپے میں دَور کر رہا ہے۔ میں سمندر کے پانی سے جدا نہیں کہ میں سمندر اور سمندر مجھ میں ہے۔ یہ ہر لمحہ نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے اور مجھے بھی نئی شان میں دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ نظارہ صرف ان موجوں اور قطروں کے لئے ہے جو خود کو فنا کر چکے ہیں۔

ایک روز سمندر نے اندر موجود موجوں اور مخلوقات کو اپنے ہونے کا احساس دلایا ـــ میں بھی ان میں شامل تھی۔ یہاں سے اپنے ہونے کا احساس ہوا اور میں نے پہلی مرتبہ خود کو سمندر سے الگ محسوس کیا۔ یہ سمندر کا اندر موجود مخلوقات کے لئے اپنی وسعت کا اظہار اور تعارف تھا۔ اس سے متعارف ہو کر ہم سب بہت خوش تھے۔ اس نے ہمیں اجازت دی کہ یہاں رہتے ہوئے تم جس مقام کی سیر کرنا چاہتے ہو، تمہیں اجازت ہے، موجیں تمہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں معاونت کریں گی البتہ اس سمندر میں ایک علاقہ ایسا ہے.... وہاں نہ جانا۔

سب کی طرح میں نے بھی سمندر کی بات سن کر ایفائے عہد کیا۔ دن ہنسی خوشی گزرنے لگے۔

اکثر خیال آتا کہ قریب نہیں تو کم از کم دور سے ہی دیکھ لوں جس علاقے میں جانے سے منع کیا گیا ہے، وہاں کیا ہے؟ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں وہاں چلی گئی جہاں کوئی نہیں جاتا تھا۔ راستے میں جتنے مناظر ملے، سب نے مجھے خبردار کیا لیکن میں فیصلہ کر چکی تھی۔

اس علاقے کے قریب پہنچی تو وہاں گہری

تاریکی سے بنی ہوئی ایک باڑ تھی۔ یہ آگے جانے سے روکنے کے لئے خطرے کا نشان تھا۔ میں نے پروا نہیں کی، کون سا مجھے وہاں زیادہ وقت گزارنا تھا، بس دیکھ کر ہی تو آنا تھا— میں نے ممنوعہ علاقے میں قدم رکھ دیا۔

اندر داخل ہوتے ہی تاریکی روشن ہوگئی اور روشنی جل بجھنے لگی، کبھی ایک رنگ میں سامنے آتی، کبھی دوسرے رنگ میں —بدلتے ہوئے رنگ دیکھ کر قوتِ فیصلہ متاثر ہوئی اور سکون درہم برہم ہوگیا۔

غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً واپس جانا چاہا لیکن یہاں سے نکلنے کے راستے بند ہو چکے تھے۔ وہ تاریک باڑ جس سے بخوشی گزر کر میں اندر داخل ہوئی تھی— اس کی تاریکی میرے اندر بیدار ہو گئی تھی۔

یہ علاقہ فریبِ نظر تھا جس کے رنگ ہر لمحہ بدلتے تھے۔ چھوٹے کنارے بڑے اور بڑے کنارے چھوٹے نظر آتے تھے۔ مجھے یہ موت کا کنواں لگا۔ معلوم ہوا کہ میں اکیلی نہیں ہوں، مجھ سے پہلے بھی جل پریاں آچکی ہیں۔ کسی نے اس کنوئیں کا نام زمین، کسی نے دھرتی اور کسی نے earth رکھا ہے۔ یہاں رہنے والوں نے اس کا رقبہ ہزاروں میل بتایا مگر میرے نزدیک اس کی حیثیت کنوئیں کی تھی کیوں کہ میں نے محسوس کرلیا تھا کہ یہاں آنے والوں کی سوچ اس کے کناروں سے باہر نہیں جاتی۔

دوسری جل پریوں کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ ان کی رفتار سلب ہو چکی ہے، وہ ماضی بھول گئی ہیں اور انہوں نے کنوئیں سے نکلنے کے خوف کو اپنی موت سمجھ لیا ہے۔

دم گھٹنے لگا اور — آنکھوں سے پانی ابل پڑا۔ جل پریاں نزدیک آئیں، دل بہلایا اور کنوئیں کے عجائبات گنوائے۔ ان کی باتیں سن کر کچھ دیر کے لئے خاموش ہوگئی مگر غم ختم نہ ہوا۔ مجھے یہاں سے نکلنا تھا۔ ایک بار پھر کناروں پر نظر کی لیکن یہ کیا— کنارے نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے یعنی کناروں کو دیکھنے والی نظر اور رفتار سلب ہو چکی تھی۔

میں اداس رہنے لگی۔ جل پریاں مجھے خوش رکھنے کی کوشش کرتیں مگر میں جانتی تھی کہ اگر ایک بار یہاں دل لگالیا تو کنوئیں سے نکلنے کا خوف میرے اندر بھی بیٹھ جائے گا اور میں کبھی سمندر

کا حصہ نہیں بن سکوں گی۔

یہاں کی سیر کرتے ہوئے ایک عمارت نظر آئی۔ اندر گئی تو معلوم ہوا کہ زمین کے ماحول میں رہنے والوں کے لئے درس گاہیں بنائی گئی ہیں۔ مجھے بھی شامل ہونے کی دعوت دی گئی لیکن میں نے خاموشی اختیار کی البتہ اس منظر کو دیکھ کر ایک امید جاگی— اتالیق*!

کیا زمین نما کنوئیں میں کوئی ایسا شخص ہے جو اس کے کناروں سے نکلنے میں میری مدد کرے اور دوبارہ سے سمندر کا مکین بنادے؟

کنوئیں میں تیرنا، رینگنے کی مانند تھا— ہزاروں میل بھی تیر لیتی تو کنوئیں کے اندر رہتی۔

ٹھنڈی آہ بھری اور اتالیق کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

رات گزر کر صبح ہو چکی تھی۔ یہاں کی صبح بھی عجیب تھی اور راتوں کی کسی کو خبر نہیں تھی۔ سب رات سو کر گزارتے اور صبح ہوتے ہی بھاگ دوڑ میں لگ جاتے۔ پھر تھک کر رات کو سو جاتے۔ محسوس ہوتا تھا کہ یہ لوگ تھکن دور کرنے کے لئے سوتے ہیں اور تھکن سے دوچار ہونے کے لئے کام کرتے ہیں۔ جاگنے کا وقت ہوتا ہے تب سو جاتے ہیں اور نیند لینے کے بعد دوبارہ خود کو تھکانے میں مگن ہو جاتے ہیں۔

دائیں جانب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ کوئی صاحب بیٹھے مسکرا رہے تھے۔

اتنے دنوں میں جل پریوں کے علاوہ کوئی پہلی مرتبہ مجھ سے ملنے آیا تھا۔ یہ یہاں رہنے والوں میں سیانا سمجھا جاتا تھا۔

اس نے کہا، جب سے یہاں آئی ہو، اداس ہو۔ یہ رنگوں کی دنیا ہے۔ بھلا رنگین دنیا میں بھی آکر کوئی اداس ہوتا ہے؟

میں نے پوچھا، کیسے رنگ —؟ یہاں پر کوئی رنگ اصل حالت میں نہیں۔ جسے تم نیلا کہتے ہو، وہ سرخ ہو جاتا ہے اور سرخ جامنی بن جاتا ہے۔ جو رنگ اپنی اصل پر قائم نہیں، اس میں زندگی کہاں ہے؟ حیرت اس بات پر ہے کہ تم لوگوں کو ان رنگوں میں تاریکی نظر کیوں نہیں آتی؟ کیا تمہیں وہ راستہ یاد ہے جس راستے سے گزر کر یہاں آئے ہو—؟ مجھے یاد ہے۔ وہاں کوئی رنگ تبدیل نہیں ہوتا۔ وہ راستہ اب میری نظروں سے اوجھل ہے مگر میں اس کی یاد میں کھوئی رہتی

* اتالیق (استاد)

ہوں اور اسے بھولنا نہیں چاہتی۔

اس نے پوچھا، تم کہاں سے آئی ہو؟

جہاں سے تم آئے ہو۔ تمہاری طرح میں بھی سمندر سے آئی ہوں۔ مجھے اس علاقے کی طرف آنے سے منع کیا گیا تھا لیکن میں نے بات نہیں سنی۔ تجسس تھا کہ یہاں آنے سے کیوں منع کیا گیا ہے۔ بتایا گیا تھا کہ عدم تعمیل کرنے والا خود پر ظلم کرے گا۔ دیکھو! میں نے خود پر کیسا ظلم کیا ہے۔ سمندر کی لاتناہی وسعتیں محدود ہو گئی ہیں، آنکھوں پر پردہ الٹ گیا، دل بے چین رہتا ہے اور کان بہرے ہو گئے ہیں۔

اس نے تعجب سے پوچھا، تم نے خود پر کیا ظلم کیا ہے؟ اچھے بھلے حال میں ہو۔ یہاں کی ترقی دیکھو ــــ ہم نے پانی میں تیرنے اور فضا میں اڑنے والے جہاز بنائے ہیں۔ ذائقہ دار کھانے ہیں، پُر رونق بازار ہیں، عالی شان مکانات ہیں، سواری کے لئے بہترین گاڑیاں ہیں۔ شکر کرو کہ تم ایسے دور میں اس دنیا میں آئی ہو جب یہاں بیل گاڑیوں پر سواری کا زمانہ گزر چکا ہے اور لاسلکی نظام کا دور دورہ ہے۔ ہم خلاؤں کی سیر کر رہے ہیں، دوسرے سیاروں پر زندگی تلاش کر رہے ہیں۔ کیا ان سب کی اہمیت نہیں؟

میں ہنس دی اور ہنستے ہنستے رو پڑی۔

بھائی! تم کسی سیارے میں داخل نہیں ہوئے بلکہ اس کنوئیں نما زمین کے طلسم میں یہاں وہاں گھوم رہے ہو۔ تم کنوئیں کے کناروں سے نہیں نکلے اور نکل بھی نہیں سکتے کہ جو نظر اور رفتار یہاں سے نکلنے کے لئے چاہئے، وہ یہاں داخل ہوتے ہی سلب ہو چکی ہے۔ میں تم لوگوں کی طرح کنوئیں کی بھول بھلّیوں میں کھونا نہیں چاہتی اس لئے جو ماضی حافظے میں رہ گیا ہے، اسے دہراتی ہوں۔ بھول گئی تو پھر یہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا۔

سیانے نے طنزیہ لہجے میں کہا، اے جل پری! یہاں آنے کا راستہ یاد ہے تو پھر یہاں سے جاتی کیوں نہیں، آہ وزاری کس لئے ہے؟

میں نے کہا، جب میں یہاں آئی تو تاریک باڑ دیکھی جو اندر داخل ہونے پر کچھ دیر موجود رہی پھر غائب ہو گئی۔ اتنی تسلی ضرور ہے کہ یہاں سے نکلنے کا راستہ دور نہیں ــــ غار نما زمین کے کنارے ہمارے آس پاس ہیں، بس کسی اتالیق کی تلاش ہے جو ان کناروں کو دیکھنے والی نظر کو بحال کر دے۔ جانتے ہو کہ ان کناروں کے باہر ہی سمندر ہے۔ ہم سمندر کے اندر ہیں مگر کناروں

میں بند ہو کر خود کو محدود کر لیا ہے۔

سیانے صاحب افسوس میں سر ہلاتے ہوئے اٹھے جیسے مجھے پاگل سمجھ رہے ہوں۔ کہنے لگے، تمہیں کوئی صدمہ پہنچا ہے جس نے ذہن پر اثر کیا ہے اس لئے تم بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔ تمہارے پاس بیٹھا رہا تو دنیا بیزار ہو جاؤں گا۔

میں نے تھک کر سر گھٹنوں پر رکھ دیا۔ کب نیند آئی پتہ نہیں۔ بیداری میں تلاش کا عکس نیند کی دنیا میں داخل ہوا تو خود کو فضا میں اڑتے اور کنوئیں سے نکلنے کی کوشش کرتے دیکھا مگر جس طرف جاتی، اندھیرا ہو جاتا۔ یہ کیسا اندھیرا ہے اور بار بار سامنے کیوں آرہا ہے—؟

آواز آئی، کیا تم کنوئیں میں جانے سے پہلے اندھیرے سے واقف تھیں؟

میں نے کہا، نہیں۔ میں یہاں آکر اندھیرے سے واقف ہوئی۔

آواز نے کہا، نہیں! تم نے کنوئیں میں داخل ہونے سے پہلے اندھیرے کو قبول کیا۔ اب تمہیں اندھیرے سے دستبردار ہو کر ہی راستہ ملے گا۔

میں نے پوچھا، اندھیرا کیا ہے؟

آواز نے کہا، نافرمانی۔

> بحر الکاہل (Pacific Ocean) دنیا کا سب سے بڑا سمندر ہے۔ اوسط گہرائی کم و بیش 13 ہزار فٹ بتائی جاتی ہے۔ انگریزی نام پرتگالی جہاز راں نے دیا جو لاطینی لفظ Mare Pacificum سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب پُرسکون سمندر ہے۔

یہ سنتے ہی آنکھ کھل گئی۔

کنوئیں نما دنیا میں صبح ہو چکی تھی۔

لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے تھے اور اس بیداری کو روشنی سمجھ رہے تھے جب کہ مجھے (جل پری) ادراک ہو گیا تھا کہ نافرمان ذہن کے لئے صبح کی یہ روشنی اور نیند سے بیداری اندھیرا ہے۔ وہ نافرمانی کے الوژن کی وجہ سے اس کو روشنی سمجھتا ہے۔

راستہ مل گیا تھا۔ تاریکی کے غلاف کی وجہ نافرمانی تھی۔ مجھے اس غلاف کو اتارنا ہے اور اس کا ایک ہی راستہ ہے۔ میں نافرمانی اختیار کر کے کنوئیں میں داخل ہوئی— مجھے فرماں برداری اختیار کر کے کنوئیں سے نکلنا ہے۔ جب ذہن نافرمانی کو ترک کر دے گا، کنوئیں کے کنارے ظاہر ہو جائیں گے جن سے نکل کر میں ایک بار پھر سمندر میں داخل ہو جاؤں گی۔

عظیمی

روغن گلوسبز

پُرسکون نیند لاتا ہے
سر کے جملہ امراض اور
ہائی بلڈ پریشر میں مفید ہے
چاند کی کرنیں جذب کر کے تیار کیا جاتا ہے

خواب تعبیر اور مشورہ

نظر ثانی

سلمٰی واجد، کراچی: گڑھے میں پانی دیکھا۔ گہرائی ناپنے کے لئے اندر اتری اور ڈوب گئی۔ معلوم نہیں گھر والوں کو کیسے پتہ چلا کہ میں گڑھے میں گر گئی ہوں۔ انہوں نے تلاش کیا مگر میں نہیں ملی۔ وہ اوزار لے کر آئے اور اس کے ذریعے تلاش کرنے کی کوشش کی جس سے میں زخمی ہوگئی۔ جب ان کی طرف سے ہر کوشش ناکام ہوگئی تو میں نے خود گڑھے سے نکلنے کی کوشش کی۔ کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ نہ باہر والے مجھے تلاش کر سکے اور نہ میں گڑھے سے نکل سکی۔ گھر والوں کی مدد کے لئے لوگ آتے رہے مگر ناکام ہو کر چلے گئے۔

تعبیر: خواب کے جن مناظر کی منظر کشی کی گئی ہے، وہ خیالات کی تصویر ہیں۔ خواب دیکھنے والی صاحبہ کا وقت اِدھر اُدھر کی باتوں، خیالی پلاؤ اور غیر ضروری مشاغل میں ضائع ہوتا ہے۔ اپنی مصروفیات پر نظر ثانی کیجئے۔

شیر

فاطمہ سلطان، میانوالی: والدہ کے ہمراہ ایک بزرگ کے مزار پر گئی جہاں دو قبریں تھیں۔ ہم ایک قبر کے قریب بیٹھ گئے۔ وہاں ایک لڑکی پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے آنکھ ٹھیک ہونے کا طریقہ بتایا کہ جب دعا کرو، خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے وسیلے سے اور ان کا واسطہ دے کر دعا کیا کرو۔ میری نظر دوسری قبر پر پڑی تو دیکھا کہ اس میں صاحبِ مزار محوِ استراحت ہیں۔ سوچ رہی تھی کہ ان کا انتقال کب اور کس طرح ہوا، وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور شیر کا قالب اختیار کر کے میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ پر پنجہ رکھتے ہوئے فرمایا، ماں کے سینے پر سر مارنے سے مشکلات میں گھر جاتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میری آنکھیں بھر آئیں اور امی کی سلامتی کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ بزرگ دوبارہ نظر آئے۔ اس مرتبہ وہ آدمی کی شکل میں تھے۔ آنکھ میں خرابی کا ان سے ذکر کیا۔ انہوں

نے جو کچھ فرمایا، یاد نہیں رہا۔ پھر وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

تعبیر: خواب سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی ایک آنکھ بیمار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائے۔ اچھے آئی اسپیشلسٹ کو دکھایئے اور اس کے مشورے پر عمل کیجئے۔ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لئے علاج کے بہت سے وسائل عطا فرمائے ہیں۔ کتاب "روحانی علاج" میں آنکھ کا علاج لکھا ہوا ہے، اجازت کا عمل کر کے یہ علاج بھی کیجئے۔ علاج کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے بواسطہ خاتم النبیین حضرت محمدؐ، آنکھ کی شفا کے لئے دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرمائے، آمین۔

پیغام

معین الدین، لاہور: ایک عزیز کا انتقال ہوا۔ لوگوں نے کفن دفن کا انتظام کیا۔ میں نے وہاں جا کر لوگوں کو روکا کہ ان کا وقت نہیں آیا، یہ ابھی جاگ جائیں گے۔ پھر میت کے قریب گیا اور کندھا ہلاتے ہوئے نام پکارا تو انہوں (عزیز) نے آنکھیں کھول دیں۔ ان سے پوچھا کہ میرے لئے کیا پیغام لائے ہیں؟ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، تمہیں معلوم ہے۔ پھر میرے اصرار پر بتایا کہ جن کا تمہیں انتظار تھا، انہوں نے تمہیں سلام کہا ہے۔

تعبیر: نیند گہری نہ ہو تو مختلف مناظر، شکلیں اور رنگ رنگ مخلوقات نظر آتی ہیں۔ جب کسی فرد کے ذہن میں فکشن خیالات کا ہجوم ہوتا ہے تو وہ ان کا عکس خواب میں بھی دیکھتا ہے۔ نیند کی دنیا پر غور کیا جائے تو بیداری میں ذہن میں دَور کرنے والے خیالات روپ بہروپ بن کر نیند کی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ نیند گہری ہو تو روپ بہروپ یاد نہیں رہتا۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نیم غنودگی میں بہت سے مناظر سامنے آتے رہتے ہیں اور یہ تب ہوتا ہے جب نیند گہری نہ ہو بصورتِ دیگر نیند کی دنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے، ذہن میں اس کی تصویر بنتی ہے مگر تصویر نمایاں نہیں ہوتی۔ نیند کے دوران دیکھی ہوئی چیزیں خیالات کی ہلکی چھاپ ہیں۔ نظامِ کائنات میں ذہن کی حیثیت ریکارڈ کی ہے۔ اگر ریکارڈ دیکھتے ہوئے توجہ میں گہرائی ہے تو دیکھی ہوئی چیزیں یاد رہتی ہیں یا کچھ یاد رہتی ہیں اور کچھ بھول کے خانے میں چلی جاتی ہیں۔

دماغ نیند اور بیداری میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے۔ لاشعوری کیفیت ایک علم ہے جس کے

معانی اور مفہوم ہیں۔ خواب میں دیکھے ہوئے مناظر کے معانی اور مفہوم واضح نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شعور کے مقابلے میں لاشعور کی رفتار 60 ہزار گنا بھی ہوسکتی ہے۔ یہ تعبیر کم از کم تین مرتبہ پڑھئے۔ آپ نے خواب میں جو کچھ دیکھا، اس میں عقیدت کا پہلو بھی نمایاں ہے۔

روشنی

مبارک علی، حیدرآباد: دوست کے ہمراہ ایک نیک بندے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے پاس پانی کی بوتلیں ہیں۔ میں پانی پر دم کروانے کے لئے ان کے پاس بیٹھا۔ بزرگ نے پانی مانگا تو میں نے گلاس میں پانی پیش کیا۔ انہوں نے گلاس واپس کرکے ایک برتن کی جانب اشارہ کیا، میں پانی اس میں ڈال کر دوست کے ساتھ کچھ انتظامات کرنے روانہ ہوگیا۔ ایک جگہ سے گزر رہا تھا کہ کسی مکان میں وہی صاحب نظر آئے۔ وہ کسی سے بات کررہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر نزدیک آئے اور ساتھ کہیں جانے کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ پر بڑے بڑے پتھر تھے جن پر قدم رکھتے ہوئے وہ اندر اترتے چلے گئے۔ ان کی رفتار آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی۔ طویل میدان سے گزر کر ایک بڑا گھر آیا۔ یہاں تک آکر اس نیک بندے کی رفتار اتنی تیز ہوگئی جیسے وہ روشنی میں سفر کررہے ہوں۔ پھر سامنے دیوار آئی اور وہ دیوار کے قریب پہنچ کر رکنے کے بجائے اس میں سے گزر گئے۔

تعبیر: خواب دیکھنے والے نے روحانی کیفیات کا مشاہدہ کیا ہے۔ ہر فرد دو رخ پر مشتمل ہے۔ ایک روح اور دوسرا جسم۔ ان میں فرق یہ ہے کہ جسم مادی ہے اور روح — ماورائی وجود ہے۔ مادی جسم میں دیوار یا ٹھوس شے میں سے نکلنے کی صلاحیت نہیں جب کہ روحانی وجود کے لئے دیوار یا مادیت رکاوٹ نہیں۔

مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاؒ نے "تذکرہ بابا تاج الدینؒ" میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ جس زمانے میں حضور قلندر بابا اولیاؒ والدین کے ہمراہ شطرنج پورہ میں مقیم تھے، نانا تاج الدین ناگپوریؒ روزانہ یا دوسرے دن اپنی گھوڑا گاڑی میں گھر تشریف لاتے اور گھنٹوں ان کے ساتھ گزارتے۔ اکثر ارد گرد کی آبادی کے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا۔ ایک بار بے خیالی میں دروازے کی طرف جانے کی بجائے ناناؒ دیوار کے پیچھے کھڑی ہوئی گھوڑا گاڑی کی طرف بڑھتے چلے گئے اور ٹھوس دیوار میں سے گزر کر سڑک پر نکل گئے۔ غالباً یہ

کرامت غیر ارادی طور پر صادر ہوئی۔ حضور قلندر باباؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے معاملات سے متعلق سوچنے میں ناناؒ کا ذہن تجلّیِ الٰہی میں تحلیل ہوگیا اور جسم ذہن کے تابع ہونے کی وجہ سے ثقل کی منزل سے آگے نکل گیا۔

روح اور مادی وجود الگ الگ ہیں۔ روح کے لئے مادیت دیوار نہیں بنتی۔ مادیت مٹی کی تخلیق ہے۔ مٹی — مٹی کے لئے دیوار ہے۔

آواز

شاہدہ، پشاور: گود میں دو بچے ہیں۔ ایک پانچ ماہ کا اور دوسرا بچہ ڈیڑھ سال کا ہے۔ میں دونوں بچوں کو لے کر پہاڑ پر چڑھ رہی ہوں۔ کافی اوپر جانے کے بعد ہمیں ایک خانقاہ نظر آئی۔ اندر سے آواز آئی کہ جو معلومات تم تک پہنچی ہیں، وہ درست نہیں۔

تعبیر: خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو دوائیں آپ کے زیر استعمال ہیں، ان میں کوئی دوا ایسی ہے جس کا منفی ردِّعمل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سے بلڈ پریشر کی دوا کے بارے میں بات کیجئے۔ اگر موٹاپا ہے تو ڈاکٹر کے مشورے سے ورزش کیجئے اور غذا کا چارٹ بنوائیے۔ ہدایت کے مطابق پرہیز اور باقاعدہ ورزش ضروری ہے۔

نیلے اونٹ

فیصل محمود، کراچی: دوست کے ساتھ ہوں۔ سڑک پار کر کے ہم کھڑے ہوگئے۔ اس اثنا میں زمین چلنے لگی اور سڑک پر گاڑیاں رک گئیں۔ میں نے کہا، دیکھ لو! ہم نہیں چلتے، زمین چلتی ہے۔ کسی نے ہمیں بتایا کہ ایک جگہ زمین کے اندر پودے ہیں جنہیں سوراخ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ پودے دیکھنے کا اشتیاق ہوا تو ہم اس مقام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ نیلے اونٹ دیکھے۔ مذکورہ مقام پر پہنچ کر بڑے بڑے پودے نظر آئے۔ ایسا لگا کہ یہ پودے میں نے کہیں دیکھے ہیں۔ آگے سیڑھیوں کے قریب چند لوگ کھڑے تھے۔ نزدیک پانی بہہ رہا تھا۔

تعبیر: ہر مخلوق حرکت میں ہے اور حرکت کی بنیاد کُن — فیکون ہے۔ کائنات میں ہر شے جوڑے جوڑے تخلیق ہے۔ دو رخوں میں ایک رخ ظاہر اور دوسرا چھپا ہوا ہے۔ چھپا ہوا رخ ظاہر ہوتا ہے تو ظاہر رخ غیب میں چلا جاتا ہے۔ غیب میں موجود رخ ظاہر ہوتا ہے تو غیب چھپ جاتا ہے۔ کائنات میں زمین سمیت ہر شے متحرک ہے اور زمینیں شماریات سے زیادہ ہیں۔

خواب میں یہ دیکھنا کہ آدمی نہیں چلتا بلکہ

زمین چل رہی ہے، زمین میں سوراخ کے اندر پودے اور راستہ نظر آنا، راستے پر نیلے رنگ کے اونٹوں کا موجود ہونا اور زمین کی تہ میں بہتا ہوا پانی دیکھنا، سب لاشعوری دنیا کا مظاہرہ ہے۔

شادی

صائمہ، شیخوپورہ: دیکھا کہ میری شادی ہو رہی ہے۔ امی نے میرے لئے رشتہ تلاش کیا ہے اور میں نے نیم دلی سے رضا مندی ظاہر کی ہے۔ اگلے منظر میں خود کو سرخ جوڑا پہنے دلہن کی طرح سنگھار کئے ہوئے دیکھا۔ اتنے میں کہیں سے ایک بھینس آئی اور مجھے ٹکر ماری۔ میں درد کی شدت سے بلبلا اٹھی۔ حیرت اس بات پر تھی کہ سب نے دلہن کو اکیلا چھوڑ دیا، کوئی مدد کو نہیں آیا۔ اس سے پہلے کہ بھینس دوسری ٹکر مارتی، خوف سے آنکھ کھل گئی۔

تعبیر: خواب دیکھنے والی صاحبہ میں نسوانی بیماری کے نقوش واضح ہوتے ہیں۔ ماہر معالج سے مکمل طبی معائنہ کروائیے۔ لاپروائی برتی گئی تو مرض میں پیچیدگی پیدا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت و سلامتی عطا فرمائیں، آمین۔

ماہنامہ قلندر شعور مارچ 2023ء

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:.................. والدہ صاحبہ کا نام: ....

پورا پتہ:..................

ازدواجی حیثیت:.................. وزن (تقریباً): .... آنکھوں کا رنگ..................

نیند کیسی آتی ہے:.................. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:..................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات : ....

....

کیچڑ

صبا شفیع، میرپور خاص: گھر میں تقریب کی وجہ سے رونق اور چہل پہل ہے۔ بیٹی گود میں ہے اور میں مہمانوں کی تواضع کر رہی ہوں۔ ایک عزیزہ نے بیٹی کو پیار کرتے ہوئے کہا، بچی کمزور ہے، نام بدل لو۔ پھر انہوں نے کوئی نام تجویز کیا جو مجھے یاد نہیں۔ خیال آیا کہ بیٹی کے نام کا اندراج ہو چکا ہے، کیا نیا نام رکھا جاسکتا ہے؟ اگلے منظر میں پودے اور کیچڑ نظر آیا۔ خود کو صفائی کرتے ہوئے دیکھا۔

تعبیر: خواب میں متفرق خیالات کے ذریعے ضمیر نے ملامت کی ہے کہ آپ کے اندر دنیاوی اغراض کا ہجوم ہے۔ دنیا میں رہ کر دنیا نبھانا بھی ایک ضرورت ہے لیکن دنیا کو مقصد نہیں بنانا چاہئے اس لئے کہ آدمی دنیا میں آتا ہے تو بے لباس ہوتا ہے اور جب دنیا سے جاتا ہے تو کوئی چیز ساتھ لے کر نہیں جاتا۔ بڑے فرماتے ہیں کہ کوئلے کی دلالی میں ہاتھ کالے۔ امید ہے آپ بات کی تہ تک پہنچ جائیں گی۔

باطنی نگاہ

علمِ روحانیت کے مطابق غیب میں لامتناہی روشنیاں موجود ہیں۔ انہی روشنیوں میں کہکشانی نظام، سماوی مخلوق، خلا میں آبادیاں اور روحانی علوم و اسرار شامل ہیں۔ جب آدمی اپنے اندر میں متوجہ ہوتا ہے تو شعور کے آئینے پر باطنی اطلاعات تصویریں بننے لگتی ہیں اور غیبی نقوش شعور کی گرفت میں آنے لگتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ غیبی نقوش کو اس طرح سمجھنے اور محسوس کرنے لگتا ہے جیسے ایک بچہ بتدریج ماحول کو سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ باطنی حواس کو بیدار کرنے میں ارادے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مراقبہ میں بند آنکھوں کے سامنے اندھیرے کی سیاہ چادر کے پس پردہ یہ بات محفوظ ہوتی ہے کہ مظاہرات موجود ہیں۔ یہ علم اور یقین باطنی نگاہ کو متحرک کر دیتا ہے۔ پہلے مرحلے میں ارادے میں اضمحلال پیدا ہوتا ہے لیکن متواتر مشق کے نتیجے میں ارادہ حرکت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے اور مراقبہ کرنے والا باطنی دنیا کو بند آنکھوں سے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح کھلی آنکھوں سے مادی خدوخال نظر آتے ہیں۔ (کتاب: مراقبہ)

usual charm, and with one sharp jerk, stood up without holding his hand in support. Junaid was surprised. "I am not weak. My physical body has gone through the wear and tear of life. I still have a lot of energy inside me. The levels of the subtle spiritual energy that runs within a person define their true strength." The elderly man chuckled as he saw Junaid's stunned face.

He spoke again, "How is your arm? The pain is in this body Junaid, your soul is untouched. Come sit with me in the garden, let us enjoy the evening breeze."

Curiosity took Junaid and he replied, "My arm is getting better, thank you for asking. I have been thinking about this body and the energy that runs through it. What is this energy that keeps this robotic body alive?"

In reply, *Baray Nana* closed his eyes and recited the following:

"So, when I have made him and have breathed into him of My Spirit." (Quran, 15:29)

The voice of *Baray Nana* touched every atom of Junaid's existence. It was like every cell in his body was recharged by the light of this verse. "Everything starts from God and ends with Him. Nothing exists without His will. This body is a mere garment demonstrating His will upon us. We indeed think we are doing things in this world, but we act only upon His commands." *Nana's* eyes were still shut, however, there was an unmistakable glow on his face.

"How did you manage to stand up without the need for help?" Junaid asked. "When we rely on this garment called the physical body to perform tasks, we are limited to the limits of our body. However, when we realise we are souls working under the direct influence of the will of God, we act out of its power, which is far beyond the power of a material body. A soul does not seek assistance from anybody but God. And when God sends assistance, is there anything impossible?" Junaid shook his head in reply to *Baray Nana's* question.

"Junaid, this material body is assisted by a body of light around it, and the body of light is supported by a body of *Noor* (a stage of Divine Light), and the body of *Noor* is supported by *Tajalli* (a stage of Divine Light). When we operate from the body of light, we are 60,000 times stronger and faster than the body of matter. Now think, how did I stand up on my own?" *Baray Nana* smiled and left Junaid lost in thoughts once more.

"Be kind to your sleeping heart. Take it out into the vast fields of light...And let it breathe." — Hafiz Shirazi

i

Robotics

He could not believe that his arms and fingers were not in his control. Mere electrical impulses had rendered them puppets. He was reminded that his body is a mere gadget; an extraordinary display of technology.

Junaid felt a sharp pain radiating from his neck down into his arms. He decided to apply the electric pads that were gifted to him by his cousin. It applied light pressure through steady and intermittent electrical impulses to relieve the muscle tension. He sought help from his brother who was a doctor, in placing the electric pads on the area of pain so that the nerves in his neck and arms were stimulated. As his brother increased the intensity of the electric impulse, Junaid's neck, shoulders, and fingers jerked and moved involuntarily. His fingers were pulled backward with such intensity that he almost let out a squeal in shock.

He could not believe that his arms and fingers were not in his control. Mere electrical impulses had rendered them puppets. He was reminded that his body is a mere gadget; an extraordinary display of technology. "In the modern scientific world, one could refer to this as robotics," he thought. He felt that he was indeed a robot. He then wondered, "Where is the energy that operates this robot? Where is this energy streaming from? Which part of my body is the receiver of this energy?" These questions kept him thinking.

As he sat down deep in contemplation, a verse of the Quran came forth to him: "Have We not created you from a fluid (held) despicable?"

He was stunned as he said to himself aloud, "God says that the body of man is made from a despicable fluid. And if His creation out of something despicable is such a superlative machine, I wonder what the highest of the high created by God is like. And despite all the progress in medical science, mankind has still not fully understood the functioning of the body which is a product of an insignificant drop of fluid. Are we wasting our time focusing on the body instead of what we should truly be focusing on?"

Junaid was lost in his thoughts when he heard a sound from his neighbour's home. The home belonged to an old man who everyone referred to as *Baray Nana* (great-grandfather). Junaid was so fond of him that he visited him every day. This particular day, the pain and the questions in his mind kept him so busy, that he had forgotten to visit *Baray Nana*. Junaid rushed out of his front door and saw *Baray Nana* trying to stand up from the chair where he was seated. Junaid offered his hand in support. *Baray Nana* smiled his

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے مِلا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدّین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُر کشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

V

gave the dress away. This shows that the generosity of Ammi Jaan (RA) continued even in the hereafter.

During the call for *Fajr* (dawn) prayer, Ammi Jaan (RA) said to the woman sitting next to her, "Listen to the call for prayer attentively! Do not just listen to it, rather, listen to it with great attention."

Ammi Jaan (RA) remained engaged in worship and practiced *Martaba-e-Ehsan*[4]. One day, she declared, "God blessed me with His sight."

Ammi Jaan (RA) was an elegant lady and was fond of cleaning. Even through her illness, she changed her bed sheets daily. She liked floral sheets with smaller prints. She was an exceptionally enduring and grateful soul. In her last days, she never complained, and her face radiated with contentment. She often said, "All thanks to God, I am alright!"

Bibi Rashida Iffat Azeemi (RA) left this material world on March 15th, 2013. Her life is a message to all women that a mother is not created only to birth her children. Motherhood is an eternal bond that views all children as their own. She made this relationship immortal in its true sense. She did not confine her motherly emotions to just her biological children and she went on to become the mother of all.

The honourable Mr. Azeemi once shared his views about his life partner in a sitting,

"God, the most Merciful, has given details about the relationship of a husband and wife in Chapter Nisa of the Holy Quran, which states that a husband and wife are garments of each other. I witnessed this verse unfolding in time, in my home. The mother of my children and my life partner lived patiently and gratefully with me in trying times. Had she not supported me in the promotion of my mission, God knows what would have happened. It also happened that, during my training period, there were times when we three (Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA), Ammi Jaan (RA), and Mr. Azeemi) had nothing to eat."

"After her passing, I saw her with my eyes open, talking to Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) while he sat on a chair. I also saw the souls of many spiritual people come and pray for her. People also told me that they saw Ammi Jaan (RA) in wonderful attire serving food to people. Thank God! She is happy there and I feel very content about it. May God keep everyone happy!"

[4] A meditation in which the meditator imagines themselves sitting before God and visualises that they are seeing God or that God is seeing them.

prayed for those who came to her to seek her blessings, and God healed them.

Sharing a memory of Ammi Jaan (RA) a woman said, "Years ago, a distressed woman came with her daughter who was a school student. She was suffering from a psychological disorder. For some reason, she was unable to meet Mr. Azeemi but Ammi Jaan (RA) comforted her with kindness, gave her a lot of love, and told her with conviction that she would surely recover. Her conviction instilled itself in the girl's mind and she recovered completely. Today, she lives a very happy life."

She once gave a piece of advice to a woman, "Finish whatever you started; never leave anything unfinished no matter what happens."

Ammi Jaan (RA) served people by employing her resources and selflessly investing her time in them. One day, she instructed a woman, "Go and bring me the Aloe vera that is planted outside." She then had the Aloe vera peeled and extracted the gel that was inside it. After this, she informed the woman that she would make a special oil by burning the gel in mustard oil as it would heal all forms of pain and work well for hair too. She informed her that she would distribute the oil among people who needed it."

The recipe for this oil was approximated as below:

"Take 1.5 kg of mustard oil and add 1kg of Aloe vera gel to it. Let the gel soak in the oil overnight and, in the morning, cook the oil on a medium flame for one and a half hours. The gel will burn and the residue oil will heal all forms of pain."

Ammi Jaan (RA) had a very good sense of aesthetics and dressed well. She often gave away her new or unstitched dresses. She was detached from money. She shared with great faith that, "The job gets done by the command of God – not by money."

A woman who had spent a long time with Ammi Jaan (RA) shared details of her meeting with her before her passing. Ammi Jaan (RA) said, "I do not have an unstitched dress right now. However, in my cabinet, I have a new dress that I had gotten stitched. Go, take it, have it fitted to your size, and take the money for the alterations from me."

The woman shared how after the death of Ammi Jaan (RA), she did not have the heart to alter the dress to fit her. However, she made up her mind to offer this dress as *Eesal Sawab* (a gift or good deed offered in the name of a deceased person). Two years passed and it skipped her mind.

One day, Ammi Jaan (RA) came into her dream and said, "You are safekeeping something that is mine. You have not given it to me as of yet."

When the woman woke up, she

People who ate it maintained that they had never eaten such delicious *Sheer Khurma* before. It had left an unforgettable taste in their mouths.

Being extremely hospitable, Ammi Huzoor (RA) cooked large quantities of food so that people could join at meal times. She never failed to invite everyone around to join and if someone was busy with work during mealtime, she did not forget to inform them that she had saved their share of food.

A woman once narrated her experience with Ammi Huzoor (RA). They were travelling by train from Karachi to Lahore. At every meal, Ammi Huzoor (RA) distributed food and served all those who were around her. When they were out of food, she would arrange for more and offered it to those who were left unserved. She told them, "We are all travelers in this world. Everyone has a share in food and, therefore, we must offer their share to them."

A female beggar once knocked on the door. Ammi Jaan (RA) opened the door and heard the woman plead that it was too hot and that her children were very thirsty. Ammi Jaan (RA) handed her a small refrigerator that is usually kept in a room, along with some money so that she could easily transport the fridge to her home.

She often said, "God is sufficient for me."

Ammi Jaan (RA) was beautiful inside and out. Her illuminated face always had a smile on it. She said, "A *Qalandar* is one who remains happy in all circumstances."

She often shared her experiences of living with Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) and once shared how he had cautioned her,

"Get rid of the ego that is within you!"

Hearing this, someone asked her, "Ammi Jaan, what is ego?"

To which she replied, "Stubbornness! Not willing to listen to other people. One must be content with what they have in life and live happily with it."

Ammi Huzoor (RA) taught ladies how to be good mothers, daughters, and wives. In a gathering, she once said, "Women must train their sons and daughters well. One must train their daughters in household skills. Parents must remain cautious about the matters pertaining to their children. Parents must also act in the capacity of friends with their children and watch where they go, who they are friends with, and who they meet, along with evaluating the company of their children's friends and acquaintances so that their children do not go astray. This is because the current times are extremely critical."

Ammi Huzoor (RA) took great interest in wedding preparations. She often gifted unstitched dresses to families and personally arranged wedding meals. She offered charity generously and also

lived with his blessed student, Mr. Azeemi, for sixteen years while undertaking his rigorous spiritual training. During this period, Mr Azeemi and Syeda Bibi Rashida Iffat Azeemi (RA) served Qalandar Baba Auliya (RA) with the utmost dedication and devotion.

Narrating her first meeting with Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA), Ammi Jaan (RA) stated, "When your father introduced Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) to me for the first time, he said, 'Come! I'll introduce you to a Friend of God!'"

Qalandar Baba Auliya (RA) met me with great love, placed his hand over my head, and offered me *Salami*[2]."

Those familiar with Ammi Jaan (RA) knew that her heart was lit in remembrance of Prophet Muhammad (PBUH) and that she was always found completely immersed in his love. She recited the *Durood Sharif* (salutations upon Prophet Muhammad (PBUH)) abundantly and made special arrangements to offer *Naat*[3] for him. Whenever she found a gathering of women, she invited them with great zeal, "Come into my room, let us recite *Naat*!"

Ammi Jaan's (RA) room echoed with the praises for Prophet Muhammad (PBUH) at all times. After offering salutations, she served sweets to those that were present. In addition, she hosted gatherings of *Milad Sharif* (a gathering where *Naat* are recited). Organising events like *Milad Sharif* not only reflected how strongly Ammi Jaan (RA) felt for Prophet Muhammad (PBUH), but also provided an avenue for the spiritual and moral training of society. She led people by example, and praised the Holy Prophet (PBUH) in any gathering, instead of wasting time on idle talk.

As His special favour upon her, God had made Ammi Jaan (RA) humble, kind, and generous. She never accumulated things, rather, she distributed them amongst people. By sharing what she had in the name of God, she never found herself deprived and the needy never returned empty-handed from her home.

Deeply affiliated with the Friends of God, Ammi Huzoor (RA) cooked *Haleem* (barley, lentils and meat stew) in a *Daig* (a large metallic vessel) and served the needy. Once, on a *Fatiha* (prayer gathering) for Baba Tajuddin Nagpuri (RA), she cooked a dessert called *Sheer Khurma*, which was loaded with dry fruits.

[2] A tradition primarily found in the Indo-Pak subcontinent wherein the elders of a family gift the bride and the groom with token money when they meet them for the first time, after or on wedding day.

[3] A form of poetry that is written in praise of Prophet Muhammad (PBUH).

i

Ammi Huzoor (RA)

When your father introduced me to Qalandar Baba Auliya (RA) for the first time, he said, "Come! I'll introduce you to a Friend of God!"

Bibi Rashida Iffat Azeemi (RA) was called Ammi Huzoor (Respected Mother) or *Ammi Jaan* (Dear Mother) by children and elders alike. She was born five years before the independence of Pakistan in the *Sadaat*[1] family. Her father was a tradesman. The hearts of her parents were infused with a deep love for Prophet Muhammad (PBUH), which transferred into the hearts of their children.

Bibi Rashida Iffat (RA) spent her childhood in Hassam-ud-Din Haveli, Delhi. She belonged to a literate family with religious inclinations. As it was not common practice to educate a girl during those times, her family organised a home tutor for her education. After the independence of Pakistan, her family migrated to Dhaka (formerly East Pakistan).

Bibi Rashida Iffat (RA) moved to Karachi after being wedded to the honourable Mr. Azeemi in the year 1956. God blessed her with five sons and four daughters. Bibi Rashida Iffat (RA) stood by Mr. Azeemi through thick and thin, all through the fifty-seven years of their partnership in marriage.

The values that a mother shares with her family members transform into norms that eventually function as a pillar in her family system. These norms last forever, even after she passes from the material world.

Bibi Rashida Iffat Azeemi (RA) is one of the major pillars of the Azeemia Sufi Order and extended her unconditional support to her husband, the honourable Mr. Azeemi, in his endeavours to propagate spiritual knowledge and the mission of the Holy Prophet, Muhammad (PBUH), which is, to be in the service of creatures. She acted as a role model to the followers and seekers in the Azeemia Sufi Order and transferred a thinking pattern into them where one thinks of themselves as a 'Friend of the Creation'. It is by the grace of God and the mercy of Prophet Muhammad (PBUH) that the efforts of the mission that started from home, spread to the entire world.

Regarding Ammi Jaan (RA), Mr. Azeemi says,

"If it were not for the support from your mother, completing my spiritual journey would have been an arduous task for me."

Qalandar Baba Auliya (RA)

[1] The descendants of the Last Prophet, Muhammad (PBUH).

Test Paper

Total Marks: 50

You have heard, read, and contemplated the speech and its transcript. A test paper has been formulated to consolidate your understanding. Ensure that no answer is more than 12 lines. Elaborate on the answers with examples.

1. What are colours? (Marks: 6)
2. Is there anything colourless in the world? (Marks: 5)
3. Is there a such thing as a change in colours, or is it we who see the change in colours? (Marks: 5)
4. The colours of birds, trees, and leaves vary; Also, there are many colours in mankind and they all vary too. What is this change in colours based on? (Marks: 6)
5. What is your colour? (Marks: 3)
6. صبغة الله — What does it mean by the colour of God? How do we adopt it? (Marks: 7)
7. Elaborate on the connection of the colour of doubt and certitude through the perspective of life in paradise and Earth. (Marks: 6)
8. There are many secrets and laws hidden in this speech. Identify five of them. (Marks: 5)

Muraqaba (meditation): Tie a soft cloth over your eyes such that there is light pressure over your eyeballs. Sit in a lotus position. Keep your back and neck straight, however, ensure that it is not strained. While sitting down, read *Durood Shareef* (salutations to Prophet Muhammad (PBUH)) at the beginning and end and recite *Ya-Baseeru* (The One who has insight into all things) eleven times. Visualise that there is a dot and that its colour is shimmering blue. With your closed eyes, keep your focus on this dot. Begin with three minutes and slowly extend it to ten minutes. Continue this cycle of *Muraqaba* for 30 days. Write the result you have experienced and send it over to us. (Marks: 7)

Write your name, age, education, profession, phone number, email address, the colour of your eyeballs and pupil, and send this to us along with your answers to this test.

Note: Answers must be submitted by 20th April 2023.

ted. When Adam negated this colour, a voice was heard, "Get out of paradise." That is, there is no illusion in paradise, there is no treachery, and there are no delusions; therefore, go where there is an illusion. Now tell, where did Father Adam (PBUH) go?

> "And We said: O Adam! Dwell thou and thy wife in the Garden, and eat ye freely thereof where ye will; but come not nigh this tree lest ye become wrong-doers." (Quran, 2:35)

Tell me, in the apparent world, in the clothes, and walls, is there any creation or thing that is colourless? By colour we mean that every colour is separate, it will neither be red nor white. There will be colours in fruits, walls, clothes, and in internal and external body parts.

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة

Now, what is the colour of God? We all have forgotten the colour of God. When we gave prominence to the blue colour over the original colour, then what happened?

There is no change in paradise. What is the colour of paradise?

صبغة الله — The colour of God.

And the colour of God does not ever change.

Have you understood this?

Free yourself from the world of colours. Being free from the world of colours means that colours are the creation of the earth, and the colour of God, صبغة الله, is the colour of God. The disobedience that occurred through Adam (PBUH) in paradise was that he overlooked the colour of God and accepted the illusory colour.

If one exposes themselves to the sun for too long, they turn black. Never mind, get out of the sun and stay in the shade for 10-15 days, you will turn white. There is change in the colours. But there is no change in the colour of God.

Now there is a cure for this. The cure is that the more you engage in *Zikr* (remembrance of God), and seek His forgiveness for this mistake, in the same proportions, you will earn proximity to صبغة الله.

Does anyone have any questions to ask?

You do not want to ask questions because you have not understood this concept in its entirety until now. Go home and repeat this over and over again, over and over again; you will understand it, by the will of God.

• • ——————— • •

pattern of deceit, worry, doubt, incredulity, or is it of certitude? Audience: "It is of incredulity."

When we see the changes in colours here, is this life credible or illusory?

Audience: "It is illusory."

Then, our entire life is also illusory. When a day-old infant turns ten days old, you do not see the ten days. How can you say that the infant is ten days old? It is an infant; however, it's one day transformed, and upon it, there was an impression of ten days. Is that okay?

Doubt created illusion. "It is this, no, it is not. It is not this, it is this." What was the result?

Audience: "Doubt and a lack of certitude."

The result was that one forgot the original colour. The original colour is just not coming into our minds. This is the mistake that happened in paradise due to which the world of certitude transformed into an illusion. When the world of certitude transformed into an illusion, it is not the colour of paradise! The true colour of paradise was lost in layers of forgetfulness.

Understand this again. God Almighty stated, "All of paradise is yours, except this one tree." One tree: do not go close to it. That is…? Do not let your faith be broken. And when disobedience was committed, certitude turned into illusion.

صبغة الله ومن احسن من الله صبغة

"The colour of God and the best colour is that of God."

This verse negated illusion.

When there was disobedience by Adam (PBUH), he was ousted from paradise. Upon arriving in this world, he saw that there was nothing here that was colourless. Now, the more his interest in colours increased, in the same proportions, what happened?

Audience: "He forgot the original colour."

Disobedience, disobedience, disobedience – it kept happening. Another thing is that nothing is changing in paradise, but after coming into this world, everything is undergoing change. The trees are colourful, the flowers are colourful, our clothes are colourful, our food and drinks are colourful, and the creatures are colourful. Where did the original colour go?

Audience: "We forgot."

We did not forget, we negated it, we left it, disobedience was commit-

over red, green over blue – all the colours are present, but where did the original colour go? Think – where did the original colour go? The matter is plain and simple, if black colour is applied over white, the white is hidden, and the black becomes dominant. Then it is coloured with some other colour, and that becomes dominant and the black is hidden, that is, there is a breach in the world of certitude. The original colour that was there, hid behind the veil.

When the original colour is hidden, what colour are you?

Are you red, yellow, or black – What colour are you? There is an individual whose original colour is white; now, there is a layer of ten colours upon it. What would you call them?

Audience: "The original colour is white, but what is visible is the illusion."

It will not be called an illusion – they will refer to it as blue. What impact will 10 to 11 layers of colours have on an individual? The mind gets negated. Do you all understand or shall I share further?

God Almighty has stated in the Holy Quran that the best colour of all colours is that of God.

That which undergoes change is not the best. If there is a good colour, then that colour is only one. If white is a colour, then it is only white. You do not see the colour white and call it red, blue, or yellow. What will you call it?

Audience: "We will call it white."

Now put colour blue over this. What will you call it now?

Audience: "We will call it blue."

You call it blue. Where did the white go?

Audience: "It is hidden."

It is negated. You forgot it, left it. Though the white colour still exists, when you apply blue over it, what happens?

Audience: "The blue becomes visible."

It is visible as blue to you, is this not an illusion? You applied another colour over it; this is a stack of layers of illusion. When Adam (PBUH) approached the tree and saw the colours and the change in colours, what came into his mind?

Audience: "The colours are changing."

The visible colour is the colour. It is colour blue. All the colours that were under the colour blue, disappeared. Now my question is, is this a

millions of colours. Transforming into a thousand colours means a lack of certitude in any 'one' colour. Illusion made its way into the colours that were present, that is, doubt formed in the place of certitude, and incredulity came into existence. At times Adam (PBUH) said that the tree was red and at times blue. When he saw that it was blue, he said it was blue, and also inferred the blue to be blue.

The colours changed constantly, and the certitude that was in the colour red divided into innumerable colours. Getting divided into innumerable colours implies that a lack of faith entered the fold of certitude. The mind was not focused on what the colour was and also lost faith in whether the colour it saw was red, blue, or violet.

We must reflect that amongst the thousands and millions of trees, God Almighty created one tree, upon which when we contemplated, doubt was created within us. At times we say it is blue, and at times say it is red, and at times that it is some other colour. What do you understand from this?

This means that certitude transformed into doubt. A veil of doubt was drawn over certitude. "Is this red now? No, no! This is blue." What does this mean? Doubt came into existence.

In the second verse of *Surah Baqarah* in the Holy Quran, God Almighty has stated,

ذٰلِكَ الكِتٰبُ — This Book, that is, the Holy Quran

لا (No), ریب (Doubt), فیه (In it)

لاریب فیه—There is no doubt in it.

When Adam (PBUH) approached the tree, and saw the blue colour turning red, doubt formed, and based on the constant change in colours, the doubt grew, and a veil was drawn over all the gifts and honours from God Almighty that were present in the environment of paradise.

There is no doubt in paradise. When one saw the change in colours of the tree, what precipitated in one's mind? There are ten colours in a place; each of these ten colours is changing separately, what will you call this? The colours are changing. This means the identity of the colour becomes questionable.

God Almighty states, "The best of all the colours is that of God."

What was the first thing that came into your mind? There is red colour on a wall, then it turns blue, and then turns green over the blue; in this case, what is the change that occurs? It becomes red over white, blue

The Colour of God

Speech delivered by Mr.Azeemi on the 44th Urs of Abdal-e-Haq Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA).

In the name of God, the Most Gracious and the Most Merciful.

Peace and God's mercy and blessings be upon you.

My very dear friends, most sincere elders, and beloved children; God Almighty has bestowed the ability to discover His attributes within you. We are all offspring of Adam and Eve (PBUT). When we contemplate the status of Adam and Eve (PBUT), we realise that Adam (PBUH) and his offspring are superlative creations.

Adam and Eve (PBUT) were both bestowed with the best status in paradise by God Almighty, however, along with this He ordained, "Everything that is in the flowers, leaves, and the patterns in paradise is created for you, however, along with all these good objects, things, and creatures, there is a restriction, which is that in the assemblage of thousands of trees, there is one tree that you should not go close to nor try to explore its mechanism."

Understand! Amongst the uncountable trees present in paradise, there is one tree that changes colours at all times. It is red now, and after some time it is yellow, then it turns blue, green, and yellow. Adam (PBUH) committed a mistake. He went closer to the tree and when he saw the constant change of colours, he observed a new technique in each colour. Adam's (PBUH) mind regarded the red as an extremely beautiful, crystal clear, and shimmering colour. Just as he observed this, the colour changed suddenly to blue. The blue colour was even more enthralling than the red. Adam (PBUH) noticed that it was more beautiful than the red. Just when he was contemplating what this new colour was, the colour changed once again. In short, observing the change of colours in the branches, leaves, flowers, and the overall structure, allowed a thought to arise inside Adam (PBUH) that he was looking at the colour red. When it became blue, he announced that it was blue. That is, doubt made its way inside him on the truth of the colour. And just then, it turned green. Pay attention to this.

God Almighty created paradise. To beautify it, He planted innumerable flowers and created trees. Referring to one tree, He stated, "Do not approach it, nor contemplate it." Now pay attention. What happened next?

What happened is that the red colour transformed into thousands and

Contents

Message of the Day	K. S. Azeemi	138
Ammi Huzoor (RA)	Gul-e-Nasreen	132
Robotics	Faizan Mubeen	126

"As per God's Will, the purpose of the creation of mankind is for them to become self-aware and attain the knowledge of God."

— Book: Ahsan-o-Tasawwuf

Vol11 Issue2 | March 2023 | Shabaan – Ramadan 1444AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in Chief
Huzoor Qalandar Baba Auliya[RA]

Chief Editor
Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor
Hakeem Salam Arif

Circulation Manager
Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.110/- Per issue. Annual subscription Rs.1680/- with Reg. Post (Domestic), US$ 70/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.
: lavishdinerestaurant
Lavish Dine
Restaurant
www.lavishdinerestaurant.com
- Party up to
400 Persons
- Affordable
Party Menus
- Buffet
- À la carte
Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +925822444194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

- Domestic/Commercial Independent solar systems
- Solar Powered Street Lights
- Solar Tube well pumps
- Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
- Large Scale Photo Voltaic plants

SOLAR SOLUTIONS

CCTV

COMMERCIAL

RESIDENTIAL

SAMSUNG

alhua TECHNOLOGY

We offer best IT solutions to meet your needs!

Cummins

Power Generation

DIESEL GENERATORS

GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS

We Offer Sustainable Solutions...

Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.**Ph#** 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com **web:** www.gbs.com.pk

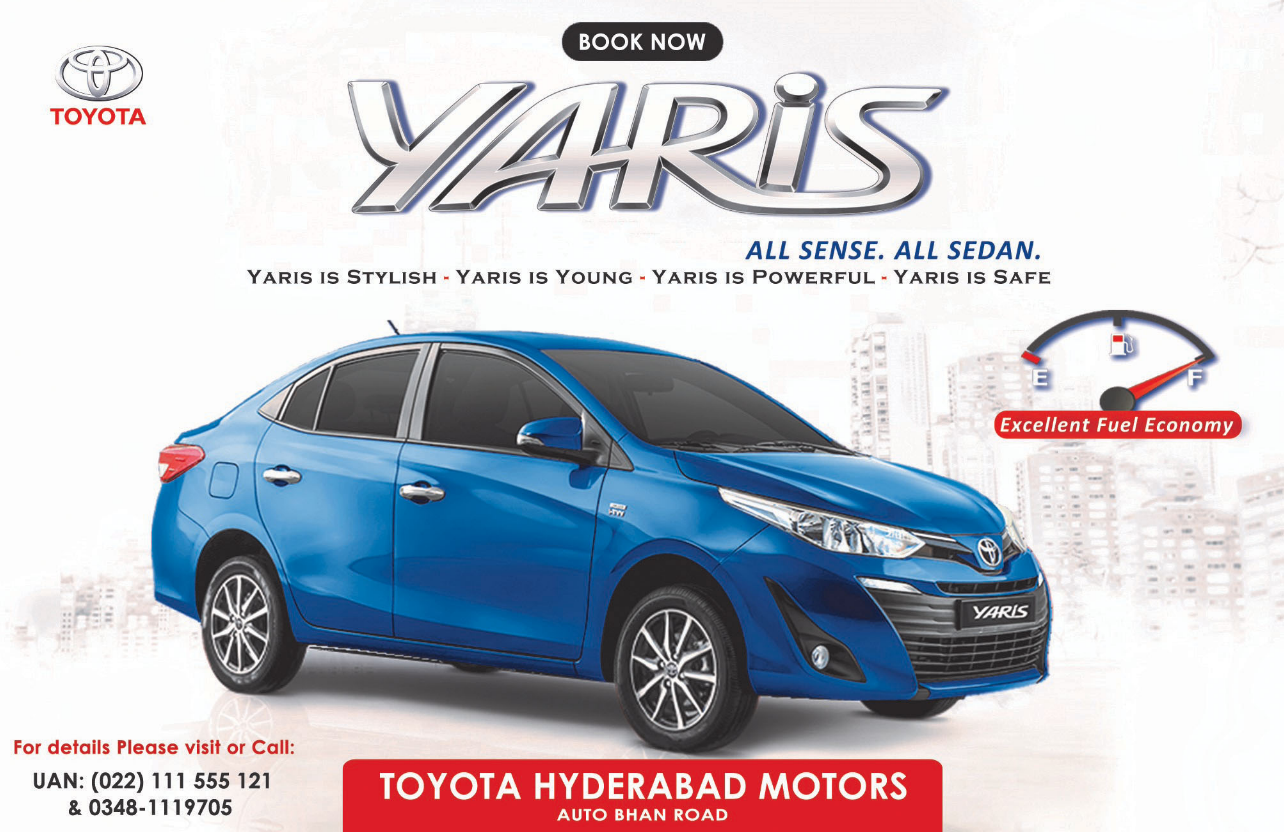
TOYOTA
BOOK NOW
YARIS
ALL SENSE. ALL SEDAN.
YARIS IS STYLISH - YARIS IS YOUNG - YARIS IS POWERFUL - YARIS IS SAFE
E
F
Excellent Fuel Economy
YARIS
For details Please visit or Call:
UAN: (022) 111 555 121
& 0348-1119705
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
AUTO BHAN ROAD